ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
8 تا 14 اگست 2002ء

☆ ایک موازنہ (اداریہ)
☆ شریف، مشرف ڈیل؟ (تجزیہ)
☆ گھریلو اخراجات میں کمی کا نسخہ (خصوصی فیچر)

یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

ہماری ان بہنوں کو جو مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں اور اس کی نقالی اور کورانہ پیروی ہی کو اپنے حق میں مفید گمان کرتی ہیں، ٹھنڈے دل سے اور سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ جوانی کے بعد بڑھاپے کا بھی ایک دور آنے والا ہے۔ اگر مغربی تہذیب سے شیفتگی اور دلدادگی ہوگئی ہے تو ان کو یورپ اور امریکہ جا کر دیکھنا چاہئے کہ وہاں بڑھاپے میں والدین کا حشر کیا ہوتا ہے، وہاں ان کی کسمپرسی کا کیا عالم ہے! امریکہ و یورپ کے سفر کے وسائل اگر مہیا نہ ہوں تو ایسا لٹریچر موجود ہے جس کے مطالعے سے اس ذہنی کرب و اذیت کی تصویر ان کے سامنے آ جائے گی جس سے اس معاشرے میں بوڑھے والدین کو سابقہ پیش آتا ہے۔ یہ تلخ حقیقت ان کی نگاہوں کے سامنے آ جائیگی کہ والدین کی تکریم و عزت، ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی رمق اس معاشرے میں موجود نہیں ہے۔ والدین کی رائے، پسند اور ان کی مرضی کو اس معاشرے میں پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی جاتی۔ پھر ایک دور وہ بھی آتا ہے کہ والدین کو ''اولڈ ہومز'' کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہ اولاد کی شکل دیکھنے کے لئے ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں۔ ان کا بڑھاپا اس حسرت میں گزرتا ہے کہ اولاد کبھی آ کر ان سے مل ہی لے۔ بوڑھے والدین، خاص طور پر بوڑھی ماں کے لئے یہ بات سوہانِ روح ہے کہ ان کی اولاد بات کرنا تو درکنار صورت دکھانے کی بھی روادار نہیں۔ احساسِ تنہائی اس آخری عمر میں ان کی جان کا روگ بنا رہتا ہے۔۔۔ اگر اس تہذیب کو اختیار کرنا ہے تو پھر ان نتائج کے لئے تیار رہنا چاہئے جو وہاں نکل چکے ہیں۔

علامہ اقبال مرحوم نے اس مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اِس دَور اور اُس دَور میں نصف صدی سے بھی زیادہ طویل عرصہ حائل ہے۔ آج تو یہ تہذیب کہیں زیادہ ''ترقی یافتہ اور آزاد خیال'' ہے۔ اپنے دور کی تہذیب کی عکاسی مرحوم نے اپنے اشعار میں کی ہے اور ملت اسلامیہ کو اس سے حذر اور اجتناب کا پیغام دیا ہے۔ مغربی تہذیب کے بارے میں علامہ مرحوم کہتے ہیں۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''اسلام میں عورت کا مقام'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ ط وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌo﴾ (آیت ۱۴۳)

قبلے کی تعیین کے حوالے سے یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ سورۂ یونس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو حکم دیا کہ اپنے گھر قبلہ رخ بناؤ اور نماز قائم کرو' حالانکہ حضرت موسیٰ ؑ کے زمانے میں بیت المقدس کا تو وجود ہی نہ تھا۔ بیت المقدس تو تین چار سو سال بعد حضرت سلیمان ؑ کے زمانے میں تعمیر ہوا' بلکہ شہر بھی اسی وقت آباد ہوا۔ حضرت موسیٰ ؑ کے عہد میں تو یہ شہر بھی موجود نہ تھا تو غور طلب بات یہ ہے کہ پھر بنی اسرائیل کو قبلہ رخ مکان بنانے کا حکم کس قبلے کے حوالے سے دیا جا رہا ہے۔ دراصل حضرت موسیٰ ؑ جب مصر میں تھے تو وہاں انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ آلِ فرعون نے ہمیں غلام بنایا ہوا ہے' یہاں ہم معبد یا مسجد تعمیر نہیں کر سکتے مگر ایسا کرو کہ اپنے گھروں کو ہی قبلہ رخ بنا لو تاکہ وہاں پر نماز پڑھ سکو۔ کچھ اسی طرح کی صورت حال مسلمانوں کو بھی مکہ میں درپیش تھی کہ وہ صحن کعبہ میں تو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتے تھے کیونکہ تعداد میں کم تھے اور وہاں کفار کا غلبہ تھا۔ چنانچہ حضرت ارقم ؓ کے گھر کو مرکز بنالیا گیا جہاں مسلمان جمع ہوتے اور باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ بہرکیف' قوم موسیٰ ؑ کو حکم ہوا کہ اپنے گھر قبلہ رخ بنائیں تو اس وقت چونکہ بیت المقدس کا تو وجود ہی نہیں تھا لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ قبلہ یہی خانہ کعبہ تھا اور یہی قبلہ اول ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد مسجد اقصیٰ کو بعض مصلحتوں کے تحت مسلمانوں کے لئے عارضی طور پر قبلہ بنایا گیا تھا کہ وہ اس طرف رخ کریں۔ اب تحویل قبلہ کا حکم دراصل اس بات کی علامت بن گیا کہ سابقہ امت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل معزول کر دیئے گئے اس منصب سے جس پر وہ دو ہزار سال سے فائز تھے۔ اب ایک نئی امت مسلمہ جس کا مرکز وہی اصل قبلہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے' تا قیامِ قیامت اس منصب پر فائز رہے گی۔

اُمت سے کیا مراد ہے؟ امت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا مقصد' نظریہ حیات اور نصب العین ایک ہو۔ گویا امت کی بنیاد نسل' وطن اور زبان پر نہیں ہوتی بلکہ مقصد اور نصب العین کی بنیاد پر امت وجود میں آتی ہے' البتہ قومیت کسی اور بنیاد پر بھی ہو سکتی ہے' جیسے لسانی قومیت' نسلی اور وطنی قومیت۔ پس مسلمان قوم نہیں' اُمت ہیں یا پھر حزب ہیں۔ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید میں اُمت کے علاوہ حزب اللہ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی اللہ کی پارٹی۔ گویا مسلمان قوم ایمان کی بنیاد پر ہم مقصد لوگوں کا ایک گروہ ہے جس کے لئے موزوں لفظ ''اُمت'' کا ہے۔ چنانچہ فرمایا' اپنے اسی خصوصی اختیار کی بنیاد پر اے مسلمانو ہم نے تمہیں امت وسط بنا دیا ہے۔ وسط کہتے ہیں درمیانی شے کو اور اس سے مراد ہے اچھی چیز یا بہترین چیز۔ اُمت وسط کا مطلب ہے اچھی امت' بہترین اُمت۔ افراط و تفریط کو دنیا میں کبھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ درمیانی راہ ہی اعتدال کی راہ ہے اور وہی بہترین ہے۔ (جاری ہے)

☆ ☆ ☆

احسان کا اعتراف اور دعائے خیر

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ اَتَاہُ الْمُھَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَاَیْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ کَثِیْرٍ وَّلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاۃً مِنْ قَلِیْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَیْنَ اَظْھُرِھِمْ لَقَدْ کَفَوْنَا الْمُؤْنَۃَ وَاَشْرَکُوْنَا فِی الْمَھْنَاِ حَتّٰی لَقَدْ خِفْنَا اَنْ یَّذْھَبُوْا بِالْاَجْرِ کُلِّہٖ فَقَالَ لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰہَ لَھُمْ وَاَثْنَیْتُمْ عَلَیْھِمْ (رواہ الترمذی)

''حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ایک دن مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جیسے یہ (انصار مدینہ) لوگ ہیں جن کے ہاں ہم اترے ہیں' اگر ان کے پاس زیادہ ہو تو فراخدلی سے خرچ کرنے والے اور تھوڑا ہو تو اس سے ہماری غمخواری اور مدد کرنے والے۔ انہوں نے محنت اور مشقت تو اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور منفعت میں ہمیں شریک کیا ہوا ہے۔ (ان کے اس غیر معمولی ایثار سے) ہم کو اندیشہ ہے کہ سارا اجر و ثواب انہی کے حصے میں آئے گا اور آخرت میں ہم خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں' ایسا نہیں ہوگا جب تک اس احسان کے بدلے تم ان کے حق میں دعا کرتے رہو گے اور ان کے لئے کلمہ خیر کہتے رہو گے۔''

معلوم ہوا کہ اگر کسی محسن کے احسان کا بدلہ دینا ممکن نہ ہو تو دل و جان سے احسان کا اعتراف کرنا اور محسن کے لئے دعائے خیر کرتے رہنا ہدیئے اور احسان کا بدلہ بن جاتا ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 31

8 تا 14 اگست 2002ء

(28 جمادی الاول تا 4 جمادی الثانی 1423ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ، سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ

............1500 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ

............2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عاکف سعید

ایک موازنہ!

6/اگست کے روزنامہ جنگ، لاہور میں امیر جماعت اسلامی، قاضی حسین احمد صاحب کا یہ بیان جلی سرخی کے ساتھ شائع ہوا کہ ''تمام مسائل کے حل کا انحصار انتخابات پر ہے۔'' اخبار میں دی گئی تفصیلات کے مطابق محترم قاضی صاحب نے لاہور میں ''شہدائے اسلام فاؤنڈیشن'' کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''مسئلہ کشمیر سمیت امت مسلمہ کے تمام مسائل اور پاکستان کے تمام معاشی، سیاسی، بیروزگاری اور بدامنی کے مسائل کے حل کا انحصار آئندہ انتخابات پر ہے۔ انتخابات میں واضح ہوگا کہ قوم کس طرح کے لوگوں کو پارلیمنٹ اور حکومت کے لئے منتخب کرتی ہے۔''

یہ امر اگرچہ اپنی جگہ تعجب انگیز ہے کہ پاکستان کے تمام دیرینہ قومی مسائل اور مسئلہ کشمیر سمیت پوری امت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل کیونکر آئندہ انتخابات پر موقوف قرار پایا، گویا پوری امت مسلمہ کی تقدیر پاکستان کے آئندہ انتخابات کے ساتھ معلق اور وابستہ ہوگئی ہے! —— تاہم اس بحث سے قطع نظر، ہم اپنے قابل قدر دینی رہنما کی توجہ صرف اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ کیا متحدہ مجلس عمل میں شامل دینی جماعتوں نے انتخابات سے قبل عوام کی ذہنی وفکری تربیت کا وہ ضروری ہوم ورک مکمل کرلیا ہے کہ جس کے بعد قوم کی ایک بڑی اکثریت کی ترجیح اول دینی اقدار کی ترویج، منکرات کا خاتمہ، نفاذِ شریعت اور حکومت الٰہیہ کا قیام بن جائے اور ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے وہ ذاتی وخاندانی مفادات، برادری ازم، پارٹی ازم، اور جاہ ومنصب کی قربانی پر آمادہ ہوسکے —— اور اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو آئندہ انتخابات سے یہ غیر معمولی توقعات وابستہ کرنا چہ معنی دارد!

ہم متحدہ مجلس عمل کے تحت تمام دینی سیاسی جماعتوں کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانے اور متحدہ طور پر الیکشن میں حصہ لینے کو خوش آئند سمجھتے ہیں اور دینی جماعتوں کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں لیکن بصد ادب یہ گزارش کرنے پر مجبور ہیں کہ اس ضروری ہوم ورک کا دسواں بیسواں نہیں، سوواں (یعنی ایک بٹا سو) حصہ بھی ہماری دینی جماعتوں کے ہاتھوں مکمل نہیں ہوسکا جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے —— ہمارے لئے یہ امر اضافی طور پر موجب تشویش ہے کہ مسلم لیگ ''ق'' یا ''ن'' کے ساتھ متحدہ مجلس عمل کے انتخابی اتحاد کی باتیں بھی سننے میں آرہی ہیں۔ ہماری 55 سالہ ملکی سیاسی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ سیکولر سیاسی جماعتوں کے ساتھ دینی جماعتوں کے الحاق کے نتیجہ میں دینی جماعتوں کے ہاتھ پلے کبھی کچھ نہیں آیا، ہاں ''اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی!'' کا معاملہ ضرور ہوا۔ کیا ''آئی جے آئی'' کا ہولناک تجربہ دینی جماعتوں اور بالخصوص جماعت اسلامی کے لئے سبق آموزی کا موجب نہیں بن سکا!!

ہم اپنے موقف کے اثبات اور محترم قاضی حسین احمد صاحب اور ان کے رفقاء کار کی توجہ کے لئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مرحوم کی ایک فکر انگیز تحریر کے چند اقتباسات درج کئے دیتے ہیں جن سے اس امر کا بھی بخوبی اندازہ ہوگا کہ جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول کی سوچ کیا تھی اور آج جماعت اسلامی کی قیادت کی سوچ کا رخ کیا ہے۔ محترم قاضی حسین احمد صاحب جس حکمت عملی پر گزشتہ چند برسوں سے عمل پیرا ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ عوام کے اندر حقیقی ایمان کی روح بیدار کرنے، ان کی ذہنی وفکری تربیت کا مناسب سامان کرنے، اور انہیں دینی فرائض کے حوالے سے آمادۂ عمل کرنے کی بجائے ان کی محرومیوں اور مصائب کے حوالے سے انہیں حکمران طبقے کے خلاف اشتعال دلایا جائے اور ان کے کندھوں پر سوار ہوکر مسند اقتدار پر تسلط حاصل کیا جائے اور اس طرح نفاذ اسلام کی راہ ہموار کی جائے۔ بانیٔ جماعت کی سوچ اور تعلیمات اس کے بالکل برعکس تھیں۔ ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟'' نامی کتابچے میں مولانا مرحوم رقم طراز ہیں:

''.... اسلامی حکومت کسی معجزے کی شکل میں صادر نہیں ہوتی۔ اس کے پیدا ہونے کے لئے ناگزیر ہے کہ ابتدا میں ایک ایسی تحریک اٹھے جس کی بنیاد میں وہ نظریۂ حیات، وہ مقصد زندگی، وہ معیار اخلاق، وہ سیرت وکردار ہو جو اسلام کے مزاج سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس کے لیڈر اور کارکن صرف وہی لوگ ہوں جو اس خاص طرز کی انسانیت کے

(باقی صفحہ 11 پر)

شریف مشرف ڈیل؟

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

فوجی حکمرانوں کا اندازِ حکومت اکثر و بیشتر ایک جیسا ہوتا ہے لیکن موجودہ فوجی حکمران بعض معاملات میں سابقہ فوجی حکمرانوں سے بہت مختلف نظر آتے ہیں مثلاً ایوب، یحییٰ اور ضیاء الحق نے عنانِ حکومت سنبھالتے ہی مارشل لاء ڈکلیئر کیا خود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کہلائے حکومت کے ہر محکمہ پر آہنی شکنجہ ڈالنے کی کوشش کی۔ میڈیا خصوصاً الیکٹرونک میڈیا کو مکمل طور پر کنٹرول کیا جبکہ حکومت مخالف عناصر اس کے قریب نہیں پھٹک سکتے تھے لیکن مشرف حکومت ان معاملات میں سابقہ فوجی حکومتوں سے مختلف نظر آتی ہے۔

12 / اکتوبر **1999**ء کو مارشل لاء نہیں ڈکلیئر کیا گیا بلکہ کہا گیا کہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر آرمی چیف کو ٹیک اوور کرنا پڑا ہے یہ عارضی صورت حال ہے اور اس دوران آرمی چیف، چیف ایگزیکٹو ہوں گے۔ سابق فوجی حکومتوں کی طرح فوجی عدالتیں قائم نہ کی گئیں۔ سیاسی کارکنوں کو کوڑے یا درّے نہیں مارے گئے۔ پریس نے خود تسلیم کیا ہے کہ موجودہ فوجی حکومت نے ایک پریس ایڈوائس بھی نہیں بھیجی۔ ٹیلی ویژن پر حکومت مخالف عناصر حکومت کے بعض اقدامات کے جس طرح لتے لیتے رہے ہیں وہ تو کسی سول سیاسی حکومت کے دور میں بھی نہیں دیکھا گیا نواز شریف کے دور میں پاکستان پیپلز پارٹی اور بے نظیر کے خلاف اور بے نظیر کے دور میں نواز شریف کے خلاف جس بے رحمانہ انداز میں ٹیلی ویژن کو استعمال کیا گیا اسے مدنظر رکھا جائے تو آج کا دور بڑا جمہوری نظر آتا ہے البتہ ضیاء الحق اور پرویز مشرف میں ایک قدر مشترک تھی کہ دونوں نے وقت کے عوامی لیڈر کو برطرف کیا تھا یعنی ضیاء الحق نے پی پی پی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو اور جنرل پرویز مشرف نے پی ایم ایل کے نواز شریف کو برطرف کیا تھا دونوں شخصیات اپنے اپنے انداز میں کسی وقت عوام میں بہت مقبول تھیں اور عوام نے ان پر ووٹوں کی بارش کی تھی۔ ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کو اور پرویز مشرف نے نواز شریف کو سیاسی طور پر ختم کرنے کے لئے ہر حربہ اختیار کیا لیکن دونوں جرنیل ناکام رہے اور ان کی مقبولیت میں کمی آنے کی بجائے اضافہ ہوا لیکن اس سے آگے جنرل پرویز مشرف پھر منفرد نظر آتے ہیں اس لئے کہ جنرل ضیاء الحق جب سیاسی طور پر بھٹو کو ختم نہ کر سکے تو انتقام کی آگ اس قدر بھڑک اٹھی کہ وہ اسے جسمانی طور پر ختم کرنے پر تل گئے اور وہ بالآخر ایک عدالتی کارروائی کے ذریعے ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اگرچہ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ سندھ اور پنجاب کے درمیان ایسی خلیج قائم ہو گئی جو شاید رہتی دنیا تک پاٹی نہیں جا سکے گی۔ (یاد رہے کہ بھٹو کو پھانسی کی سزا سنانے والے نو میں سے پانچ جج سب کے سب پنجابی تھے)

راقم کی رائے میں جنرل مشرف یہ انداز اختیار نہیں کریں گے اگرچہ جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا جا چکا ہے جنرل مشرف نے بھی نواز شریف کو سیاسی طور پر ختم کرنے کے لئے ہر حربہ اختیار کیا ہے لیکن اس معاملے میں ناکام ہونے کے بعد موجودہ جنرل نے شریف فیملی کے خلاف انتقامی راہ اختیار کرنے کی بجائے افہام و تفہیم کی راہ نکالی

ابو الحسن

ہے۔ جہاں تک خارجی اور بیرونی دباؤ کا تعلق ہے تو اگر وہ نواز شریف کے بارے میں جنرل مشرف پر ڈالا گیا ہے تو ذوالفقار علی بھٹو کے لئے کہیں زیادہ جنرل ضیاء الحق پر ڈالا گیا تھا لیبیا کے کرنل قذافی جو پاکستان کے بہت بڑے مداح اور سپورٹر تھے مالی لحاظ سے بھی پاکستان کی بہت مدد کرتے تھے وہ بھٹو کی پھانسی سے ایسے ناراض ہوئے کہ آج تک ناخوش ہیں لیکن جنرل ضیاء الحق نے ہر قسم کے دباؤ کو مسترد کر دیا جبکہ جنرل مشرف نے ساری فیملی کو محض سعودی عرب منتقل کر دیا اب جنرل مشرف مزید آگے بڑھے ہیں چنانچہ راقم کی رائے میں پاکستان مسلم لیگ کی صدارت کا شریف فیملی میں رہ جانا شریف مشرف ڈیل کا نتیجہ ہے وگرنہ نواز شریف کے خلاف اگر کرپشن کے مقدمات ہیں تو شہباز شریف کے خلاف حکومت کے پاس ایسا جھوٹا سچا مواد موجود ہے جس سے ان کے خلاف قتل کے تین مقدمات دائر ہو سکتے ہیں۔ راقم کی رائے میں اگر شہباز شریف کا مسلم لیگ کا صدر بن جانا واقعتاً شریف مشرف ڈیل کا نتیجہ ہے تو قوم مبارک باد کی مستحق ہے یہ ایک ایسی روشنی کی کرن ہے جو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پھوٹی ہے۔ اس لئے کہ فوجی قوت کو جب تک عوامی قوت کا ٹانکا نہیں لگے گا پاکستان کا سیاسی استحکام حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ پاکستان میں فوج کی قوت اور حیثیت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا اور عوام کی قوت کو نظر انداز کرنا اکیسویں صدی کی سب سے بڑی حماقت ہوگی ان میں اگر اشتراک اور تعاون کی صورت نکلتی ہے تو یہ ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ فوج کی اگر تمام حقیقی سیاسی قوتوں سے محاذ آرائی رہتی ہے اور وہ اپنے دل بہلاوے اور ذہنی آسودگی کے لئے مسلم لیگ ق اور ج کا سہارا لے چھوڑتی ہے تو یہ بھی ملک و قوم کے علاوہ خود جنرل مشرف کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتی تھی۔ راقم ان کالموں میں بار بار اصرار کے ساتھ کہہ چکا ہے کہ فوجی حکمرانوں کو سیاسی قوتوں کے ساتھ محاذ آرائی کی بجائے افہام و تفہیم کا معاملہ کرنا چاہئے۔ یہ مفاہمت ملک کے بہترین مفاد میں ہوگی چاہے کسی کو اس کے لئے وقتی طور پر مونچھ نیچی ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ ملک و قوم کے مفاد میں اپنے مفاد کو تج کر دینا یا اپنی انا اور ضد کو قربان کر دینا بہت بڑا ایثار ہے۔

شریف مشرف ڈیل اگر ہوئی ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ امریکہ حسب سابق پاکستانی حکمرانوں سے اپنا کام نکلوا کر انہیں فارغ کرنے کی پالیسی اپناتا نظر آ رہا ہے جیسا کہ گزشتہ کالم میں عرض کیا گیا تھا کہ وہ جنرل مشرف کی پشت سے ہاتھ اٹھا کر بے نظیر کی پشت پر رکھ چکا ہے لہٰذا جنرل مشرف نے اس کا توڑ یہ کیا کہ شریف فیملی کی طرف مفاہمت کا ہاتھ بڑھا دیا۔ اس لئے کہ بے نظیر کچھ عرصہ سے جس طرح کے بیانات داغ رہی ہیں فوج اب انہیں تاقیامت قبول نہیں کرے گی۔ راقم بھی بے نظیر کے ان خیالات سے شدید اختلاف رکھتا ہے کیونکہ پاکستان اور بھارت کا اگر ایک صدر ہو جائے ایک کرنسی ہو جائے تو یہ **14** / اگست **1947**ء پر خط تنسیخ کھینچ دیئے جانے کے مترادف ہے۔ اس کے باوجود راقم سیاسی قوتوں سے محاذ آرائی نہ کرنے اور جس قدر ممکن ہو ان سے مفاہمت کرنے پر اصرار کرے گا۔ البتہ ملک و قوم کی خود مختاری اس کی سلامتی پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا پاکستان پیپلز پارٹی سے بھی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ظہورِ مہدی
احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اکثر امام مہدی کے بارے میں قرآن مجید کے فلسفۂ تاریخ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان فرماتے رہتے ہیں کہ قیامت سے قبل حضرت مہدی کا ظہور ہوگا۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری اولاد (یعنی اولاد فاطمہؓ ، حضرت حسنؓ) سے ایک آدمی بھیجے گا جس کا نام وہی ہوگا جو میرا ہے۔ اس کے باپ کا نام وہی ہوگا جو میرے باپ کا ہے۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بالکل اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ نہ آسمان اپنی بوندیں ذرہ برابر بھی روکے گا اور نہ زمین اپنی نباتات ذرہ برابر بھی روکے گی۔ وہ تمہارے درمیان 7 یا 8 یا زیادہ سے زیادہ 9 برس ٹھہرے گا)

حالات و واقعات جن سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں قربِ قیامت کا پتہ دیتے ہیں۔ مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں اپنے خطاب جمعہ 11 اکتوبر 1996ء میں ڈاکٹر صاحب نے تفصیل سے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں اس موضوع پر گفتگو کی تھی۔ بالخصوص اس حدیث شریف کی روشنی میں کہ (اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "ایک خلیفہ کی موت کے وقت قوم (اس کی جانشینی کے بارے میں) اختلاف کا شکار ہو جائے گی۔ ایک آدمی بھاگ کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلا جائے گا۔ اس کے پاس مکہ مکرمہ (حرم شریف میں موجود) کے کچھ لوگ آئیں گے۔ اسے زبردستی (حطیم سے) باہر نکال کر رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے" احمد' ابوداؤد' ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا) اپنے اس گمان غالب کا اظہار کیا تھا کہ عالم عرب میں حضرت مہدی کی ولادت ہو چکی ہے۔ اور ان کے منظر عام پر آنے کا وقت اب زیادہ دور نہیں ہے۔ ان کے خیال میں یہ حدیث شریف سعودی عرب کے بادشاہ فہد بن عبدالعزیز کے بارے میں ہے۔ ولی عہد عبداللہ بن عبدالعزیز کا جھکاؤ امریکہ کی طرف اتنا نہیں ہے جتنا کہ شاہ فہد اور ان کے چھوٹے سگے بھائی سلطان بن عبدالعزیز کا ہے۔ امریکہ کا مدعا یہ ہے کہ شاہ فہد کے بعد کسی طرح سلطان بادشاہ بنے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ شاہ فہد اس وقت مردوں سے بھی بدتر حالت میں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مدت تک زندہ رکھنا ہے۔ اس کی موت پر ولی عہد عبداللہ اور سلطان میں جنگ کا احتمال ہے (جیسا کہ قریباً 8 سال قبل ان میں تلخ کلامی ہو چکی ہے اور کئی روز تک دونوں کی حامی افواج الرٹ رہی ہیں)

بدقسمتی سے ہمارے عوام تو ایک طرف ہمارے علماء کرام بھی ان احادیث سے چنداں واقف نہیں ہیں۔ کیونکہ انہیں اختلافی مسائل اور اپنے مذہب کی اہمیت بیان کرنے سے ہی فرصت نہیں ملتی دینی مسائل کے لئے ان کے پاس نہ وقت ہے اور نہ ہی وہ اس کو اہم سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے "راولپنڈی میں اپنے 4 اکتوبر کے خطاب جمعہ میں اپنے یقین کے درجے کو پہنچے ہوئے اپنے اس گمانِ غالب کا اظہار کیا تھا کہ عالم عرب میں حضرت مہدی کی ولادت ہو چکی ہے اور ان کے منظر عام پر آنے کا وقت اب زیادہ دور نہیں ہے۔ اس پر مذہبی حلقوں میں بہت لے دے ہوئی ہے اور ایک تہلکہ سا مچ گیا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے یہ کیا کہہ دیا! اس سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں ہے کہ ہمارے ہاں علماء کا بھی ایک بہت بڑا طبقہ دین کی مسلمہ باتوں تک سے ذہناً کس قدر دور ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی سے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تحریکِ خلافت کے ضمن میں جب میں نے بنوں میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے وہ احادیث بیان کیں جن میں دنیا کے خاتمے سے قبل پورے کرۂ ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی خوشخبری دی گئی ہے تو وہاں کے ایک جید عالم دین مولانا الطاف الرحمٰن بنوی صاحب نے گفتگو کے دوران اعتراف کیا کہ یہ احادیث ہمارے علم میں بھی نہیں ہیں' اس لئے کہ دینی مدارس میں کتب حدیث کے شروع کے ابواب تو بڑے اہتمام سے پڑھائے جاتے ہیں اور وضو اور نماز وغیرہ کے مسائل پر بڑی تفصیلی بحثیں کی جاتی ہیں کہ مختلف مسالک و مذاہب میں فقہی اختلافات کے دلائل کیا ہیں اور ان کے ضمن میں ہماری ترجیح کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں' لیکن آخر میں کتاب الفتن' کتاب الملاحم اور کتاب اشراط الساعۃ وغیرہ پر پہنچتے پہنچتے سارا زور صرف ہو چکا ہوتا ہے اور ان ابواب کو سرسری طور سے پڑھ لیا جاتا ہے اور ان میں کوئی دلچسپی نہیں لی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے علماء ان چیزوں سے بڑا ذہنی بُعد رکھتے ہیں اور مستند علماء دین کی اکثریت بھی ان سے بڑی حد تک ناواقف ہے۔

افغانستان میں نقشبندی مجددی سلسلہ کے روحانی پیشوا شیخ الاسلام حضرت محمد نادر حارثؒ نے روسی حملہ کے بارے میں بہت پہلے افغان لوگوں کو بتا دیا تھا کہ روس ان پر حملہ آور ہوگا۔ ان کے فرزند پیرزادہ محمد حضرت محبوب آغا جی اس وقت کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر علی عاطف گوہیر صاحب کی سرکردگی میں ان کے ایک لائق مرید ڈاکٹر عاصم عمر ماجد صاحب (یہ دونوں ڈاکٹر صاحبان سائرہ میموریل ہسپتال لاہور میں ہیں) نے حضرت محمد نادر حارثؒ کی ایک فارسی کتاب "کتاب مہدی" کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ An Exposition of the Present Times (جو آغا جی فونڈیشن' 40۔ بی جی بلاک جوہر ٹاؤن لاہور سے جولائی 2002ء میں شائع ہوئی ہے) اس میں امریکہ کے ہاتھوں پاکستان کی تباہی کی پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ اور احادیث کی روشنی میں فتنہ دجال' دجال کی شخصیت و زمانہ ملحمۃ الاعظمیٰ کا ذکر تفصیل سے درج ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بیان کردہ حدیث جو شاہ فہد کے بارے میں گمان کی گئی ہے بیان کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر عاصم عمر ماجد نے بھی اس سے شاہ فہد مراد لیا ہے (حالانکہ یہ دونوں صاحبان ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں۔ اور دونوں کے مکتبہ فکر الگ الگ ہیں) ان دونوں حضرات کی ذہنی موافقت غور طلب ہے۔

اس کتاب میں جو بہت حیران کن بات درج ہے وہ یہ کہ ظہور مہدی کے ٹھیک ٹھیک وقت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک رمضان کا مہینہ امام مہدی کے ظہور سے قبل ایسا آنے والا ہے کہ اس میں سورج اور چاند گرہن دونوں وقوع پذیر ہوں گے۔ بروائت' ابوداؤد" آج کل سورج یا چاند گرہن کے بارے میں انٹرنیٹ کے ذریعے کسی بھی فلکیات کی سوسائٹی سے دن' تاریخ اور وقت تک کی معلومات پیشگی مل سکتی ہیں۔ چنانچہ اسی طرح کی ایک کوشش کے ذریعے مترجم نے معلوم کیا ہے کہ 2003ء میں 9 نومبر کو مکمل چاند گرہن اور 23 نومبر کو مکمل سورج گرہن ہوگا۔

(Ref: Observer's hand book-2003, Royal Astronomical Society of Canada)

اور یہ دونوں تاریخیں اسی سال ماہ رمضان 1424ھ میں آ رہی ہیں۔

اتفاق یہ ہے کہ شاہ فہد بھی اب زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ دونوں گرہن بھی اگلے سال میں ہیں۔ اس طرح دو احادیث پوری ہونے کے واضح آثار نظر آ رہے ہیں۔ ان دونوں کے نتیجہ میں تیسری حدیث عبداللہ اور سلطان میں جانشینی کی جنگ۔ اور اس جنگ میں اس وقت کی Sole Supreme Power on Earth اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ضرور شریک ہو گی۔ پھر مدینہ منورہ سے آنے والے شخص کو حرم شریف مکہ (باقی صفحہ 9 پر)

شیطانی کھیل کے دو کردار

محمد فہیم، تیمر گرہ

آخرکار امریکہ اپنے اتحادی اسرائیل کے ساتھ مل کر اس شیطانی کھیل کا آغاز کر چکا ہے جس کے ذریعے وہ چاہتا ہے کہ وسطی ایشیا سے بحر ہند تک تیل کی پائپ لائن بچھانے کے لئے راہ ہموار کی جا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے امریکہ کے سامنے جو لائحہ عمل ہے اسے اسرائیل کی تحریک امن کے علمبردار ''یوری اویزی'' کے ایک مضمون ''دی گریٹ گیم'' میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون سے اخذ کردہ مواد پر مبنی چند حقائق چشم کشائی کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

2002ء کے اوائل میں اسرائیلی اور مغربی میڈیا میں اچانک ایسے تبصروں اور انکشافات کی بھرمار شروع ہوئی جن میں ایرانی حکومت کو ''بڑے شیطان'' کے القاب سے نوازا گیا۔ اسے ایک خوفناک عفریت کے روپ میں پیش کرنے کے تمام تر حربے استعمال کئے گئے۔ یہ مہم بالکل اچانک شروع کی گئی کیونکہ اس سے متصلاً پہلے کسی قسم کا کوئی غیر معمولی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ میڈیا کی توپوں کا رخ پوری گھن گرج کے ساتھ حکومت ایران کی طرف موڑ دیا گیا۔ میڈیا کے ساتھ ساتھ اسرائیلی سیاست کاروں، فوجی جرنیلوں اور دانشوروں نے بھی اپنے مخصوص انداز میں اس پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کیا کہ ایران تو واقعی ایک ایسی خوفناک بلا ہے جو کسی بھی وقت امریکہ اور اسرائیل کے لئے ایک خوفناک اژدہا ثابت ہو سکتا ہے۔

انہی دنوں ایک ایسے بحری جہاز کو پکڑنے کا دعویٰ کیا گیا جو یاسر عرفات کے لئے ''ایرانی اسلحہ'' لاد کر لے جا رہا تھا۔ اسی کے ساتھ واشنگٹن میں شمعون پیریز اپنی ملاقاتوں کے دوران اس من گھڑت کہانی کو بار بار دہرا رہا تھا جس میں ایران کی طرف سے حزب اللہ کے لئے ہزاروں ایرانی میزائلوں کی سپلائی کا الزام لگایا گیا تھا۔ آیئے دیکھیں کہ کس طرح یہ واقعات ایک عمیق منصوبہ بندی کے تحت ترتیب دیئے گئے اور ان کے ذریعے امریکہ، اسرائیل کے ساتھ مل کر اپنا مقصد کس طرح حاصل کرنا چاہتا ہے!

11 ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکہ کے انتقامی اقدامات کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ افغانستان میں امریکیوں کے بہت کم جانی نقصان کے بدلے اسے بظاہر بہت بڑی کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ اس فتح کی خوشی میں مدہوش ہے اور مزید انتقام کے لئے آپے سے باہر ہے۔ یہ فیصلہ کرنے میں اسے دقت محسوس ہو رہی ہے کہ افغانستان کے بعد اب عراق، شمالی کوریا، صومالیہ اور سوڈان میں سے کس کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنائے! بے تحاشا مادی اور فوجی قوت کے باعث امریکی صدر اندھا ہو چکا ہے۔ اس کی مثال ایک بدمست ہاتھی جیسی ہے اور وہ کسی بھی حال میں اپنی کارستانیاں جاری رکھنے سے باز آنے والا نہیں۔ دوسری طرف اس فوجی مہم جوئی کے نتیجے میں امریکی اقتصادیات کو جو دھچکا لگا ہے، امریکی صدر پر اس کا بھی ایک منفی اثر مرتب ہوا ہے۔ امریکی قوم اپنے رہنماؤں کی دیوانگی اور غلط اقدامات پر سوچنا شروع کر چکی ہے اور وہاں بہت ساری تحریکیں امریکی قیادت کے اس غلط اقدام کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے میدانِ عمل میں اتری ہیں۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں اسرائیلی رہنما اور انتہا پسند عناصر امریکی صدر بش کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ایران ہی سب خرابیوں کی جڑ ہے اور اسے سبق سکھانے کے لئے اس پر حملہ کرنا اب ناگزیر ہو چکا ہے۔

ایسا کرنے کے لئے جو عناصر امریکہ میں بیٹھ کر منصوبہ بندی کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کی آنکھیں کیسپین ریجن میں تیل کے ذخائر پر لگی ہوئی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس علاقہ میں اس قدرتی خزانے کے ذخائر اپنی مقدار کے لحاظ سے سعودی عرب کے ذخائر کے برابر ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں سے قدرتی گیس بھی حاصل ہو سکے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں جو چار نکاتی لائحہ عمل تیار کیا گیا ہے، وہ کچھ اس طرح ہے:

1۔ ان ذخائر پر مکمل قبضہ کرنا۔
2۔ اس مقصد کی راہ میں حائل مقابل کی قوتوں کو کچلنا
3۔ اپنی بالادستی کے تحت اس ریجن کو سیاسی اور دفاعی تحفظ فراہم کرنا
4۔ آئل فیلڈز سے لے کر کھلے سمندر تک کی شاہراہ کو اپنے لئے کھول لینا تاکہ کوئی بھی قابل حذر قوت باقی نہ رہے۔

اس مہم کے پیچھے تیل کے ایسے طاقتور کاروباری لوگوں کا ایک گروہ ہے جس کے ساتھ بش خاندان مالی اور کاروباری وابستگی رکھتا ہے۔ یہی وہ طاقتور گروپ ہے جس نے اپنے بے انتہا وسائل استعمال کرتے ہوئے موجودہ صدر کو الیکشن میں کامیاب کرایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ کے موجودہ صدر میں ازخود زیادہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے بلکہ جو عناصر اس کے پیچھے متحرک ہیں، وہ بڑے سازشی ذہن کے مالک ہیں۔ امریکی انتظامیہ کو درحقیقت یہی گروہ چلاتا ہے اور اسے اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔ **11** ستمبر کے واقعہ کے سلسلے میں ابھی تک جو شواہد اور آثار ملے ہیں، اُن سے یہ بات اب مکمل طور پر ظاہر و باہر ہو چکی ہے کہ یہ کارستانی بھی انہی لوگوں کی تھی تاکہ امریکی صدر کو افغانستان پر جلد حملہ کرنے پر اکسایا جا سکے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر حملہ کے واقعہ نے ان لوگوں کے کام کو آسان بنا دیا اور ان کا ہدف بہت ہی قریب آنے لگا۔ افغانستان پر جنگ مسلط کر کے امریکہ نے تیل کے ذخائر کے قریب واقع تین چھوٹے مسلم ممالک یعنی ترکمانستان، ازبکستان اور کرغستان پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ اس علاقے میں اب اسے مکمل سیاسی اور فوجی بالادستی حاصل ہو چکی ہے اور اس کی تمام مخالف قوتیں پس منظر میں چلی گئی ہیں۔

ایک عرصہ سے امریکہ اس بات پر غور کرتا رہا کہ اس تیل کو حاصل کرنے کے بعد کھلے سمندر میں کیسے لایا جائے اور اس کے لئے موزوں ترین اور سہل ترین راستہ کون سا ہوگا! اس ضمن میں اس امر کو بڑی اہمیت دی گئی کہ ایسے راستوں کو اختیار نہ کیا جائے جن میں روس کے عمل دخل کے امکانات ہوں۔ ماضی قریب تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مغرب کی طرف سے جو شاہراہ بحیرۂ اسود اور ترکی سے ہوتے ہوئے آ رہی ہے، وہی موزوں ترین راستہ ہے لیکن اس راستے کو روس کے ساتھ بہت قریب ہونے کی وجہ سے امریکہ شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سب سے بہتر راستہ جنوب کی طرف ہے جو بحر ہند تک جاتا ہے۔ اس راستے کے متعلق امریکہ ایران میں ''بنیاد پرستوں'' کے اقتدار کی وجہ سے شاکی رہا ہے۔ ایسے میں بحیرۂ کیسپین سے افغانستان اور پھر پاکستان کے مغربی صوبے بلوچستان سے گزرتے ہوئے بحیرۂ ہند تک جانے والی راہ کے مقابلے میں کوئی اور موزوں متبادل نہیں ہے۔ اس مقصد کے لئے امریکہ نے افغانستان میں برسر اقتدار طالبان کے ساتھ خاموش ڈپلومیسی کے ذریعے کافی سلسلہ جنبانی کر رکھی تھی۔ تاہم طالبان رہنما امریکہ کے کسی قسم کے دباؤ میں آئے اور نہ ہی اُن پر اُس کی ترغیبات کا کوئی اثر ہو سکا۔ چنانچہ امریکہ کو اپنے ہدف کے حصول کے لئے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کا بہانہ تراشنا پڑا۔ افغانستان میں جنگی کامیابی کے حصول کے بعد امریکہ نے نئی انتظامیہ کے طور پر اپنے ایجنٹ نصب کر دیئے۔ اگر نقشہ پر نظر ڈالی جائے تو

(باقی صفحہ ۹ پر)

جہیز ایک لعنت ہے سنت نہیں

حکیم عبدالعزیز فیروزپوری

تاریخی طور پر موجودہ لعنتی عمل ''جہیز'' مکمل طور پر ہندوانہ نظام ہے جو کہ لڑکی کی وراثت کو ختم کرنے کے لئے ''کنیادان'' کے نام پر شروع کیا گیا اور یہ صرف برصغیر میں ہے۔ اب وہ بانی ہندو خود بھی اس لعنتی نظام ''جہیز'' سے شدید تنگ آ چکا ہے اور اس سے جان چھڑانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔

عوامی سطح پر بھی اور حکومتی سطح پر بھی ہر لحاظ سے اس لعنت کے خاتمہ کی شدید کوششیں ہو رہی ہیں۔ حتیٰ کہ اس لعنت کے خلاف جہاد کے لئے ڈراموں اور فلموں کا سہارا بھی لیا جا رہا ہے اور اس لعنت کا بانی ہندو اس بات کو (On Record) تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ میں نے لڑکی کی وراثت کے خاتمہ کے لئے یہ لعنتی طوق گلے میں ڈالا جو کہ انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا اور اس نجاست نے معاشرے کو انتہائی گندہ اور ناپاک کر دیا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم برصغیر کے مسلمان انتہائی پاکیزہ نظام رحمان ''نظام وراثت'' کے فطری اور پیارے نظام کو چھوڑ کر غیر فطری نظام ''نظام جہیز'' جیسے لعنتی نظام کو اپنا کر اپنے دونوں جہان گندے کر رہے ہیں۔

انتہائی دکھ کی بات ہے کہ اس ہندوانہ لعنتی نظام کو جائز اور مسنون عمل ثابت کرنے کے لئے نسائی شریف کی حدیث کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ جس میں ظالموں نے جھز کا مطلب جہیز کر دیا ہے اور اس لعنتی عمل' ہندوانہ نظام ''جہیز'' کو نبی رحمت ﷺ کی پاکیزہ ہستی سے منسوب کرنے کی ناپاک سازش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں کچھ حقائق غور طلب ہیں۔

کیا ہم اس غلط بات کو تسلیم کر لیں کہ پورے خطۂ عرب میں کوئی اہل زبان لفظ جھز کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا اور نہ سمجھ سکتا ہے یا یہ کہ وہ لوگ اس لفظ کا صحیح مطلب سمجھتے تو ہیں لیکن اس مفروضہ سنت پر عمل کرنا ان کے بس میں نہیں۔ (کیونکہ پورے خطۂ عرب میں شادی (نکاح) کے تمام اخراجات بہر حال لڑکے کے ذمہ ہی ہیں۔ لڑکی یا اس کے ورثاء کے ذمہ ایک پیسہ بھی خرچ نہیں)

کیا کفیل خاوند ہے یا بیوی؟ اگر اسلام جیسے پیارے اور امن و سلامتی والے دین میں اس لعنتی نظام ''جہیز'' (لڑکی والوں پر جگا ٹیکس) کا کوئی جواز ہے تو اس کی مقدار' تعداد یا معیار وغیرہ کا کوئی تعین بھی ہے یا نہیں۔ یا اسے عوام کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے؟

پھر اس میں کمی بیشی یا کوالٹی ہلکی ہونے یا ناپسندیدہ ہونے کی صورت میں پیدا ہونے والے جرائم کے سدباب کے لئے اسلام جیسے مکمل دین نے کوئی ضابطہ دیا ہے یا نہیں؟

پھر یہ کہ حسب استطاعت جہیز کا جواز نکالنے کی صورت میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

اس حسب استطاعت جہیز کی کیفیت میں لڑکے کو اور اس کے ورثا کو مطمئن کرنے اور اسی حسب استطاعت جہیز پر اکتفا کرنے یا اسی پر راضی رہنے کے لئے کوئی طریقہ یا حل موجود ہے۔ اگر ہے تو اس کی وضاحت کیا ہے؟

یا یہ کہ لڑکا اپنی پسند اور خواہش کا جہیز نہ ملنے کی صورت میں اس بات میں حق بجانب ہے کہ وہ اپنی منکوحہ کو قتل کر دے یا اسے جلا دے یا کم از کم اس معصوم لڑکی کو

جے دھیاں دتیاں تے کیوں نئیں دتا مال مالکا

(اے اللہ مالک جب تو نے بیٹیاں دی ہیں تو ان کے نکاح کے لئے جہیز' بارات کو پورا کرنے کے لئے مال کیوں نہیں دیا؟)

یا معاذ اللہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اللہ غیب نہیں جانتا یا وہ ظالم ہے۔ کیا اس سے بڑا کوئی اور کفر شرک ممکن ہے؟

کیا وہ لوگ سچے ہیں جو کہتے ہیں ''بیٹی بھلی نہ ایک'' کہ بیٹی ایک بھی اچھی نہیں۔ جبکہ اسلام بیٹی کو باعث رحمت اور باعث جنت قرار دیتا ہے۔ یہ ساری بدبو کس گندگی سے پھوٹ رہی ہے؟

اس قسم کے بے شمار سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا جواب لازمی ہے ورنہ حقائق کی روشنی میں نبی رحمتؐ کو نبی زحمت میں تبدیل کرنے کی مکروہ سازش شمار ہوگی۔ **العیاذ باللہ**

قرآن پاک کا وہ پیغام بھی غلط ثابت ہو جائے گا کہ یہ نبی انسانوں کے سروں سے بوجھ اور گردنوں سے طوق اتارنے آئے ہیں۔ آیت 157 سورہ اعراف۔ اسلام اور قرآن ناقابل عمل ہو کے رہ جائیں گے۔ لڑکی کا مجبور وارث ہر اس جرم پر مجبور ہو جائے گا جس سے اسلام جیسے پیارے اور سلامتی والے دین میں بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ جہیز والی مفروضہ سنت جس کو عوام الناس کھلے عام ''لعنت'' کہہ رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ ریڈیو' ٹی وی' رسائل' اخبارات ڈنکے کی چوٹ اعلانات کر رہے ہیں کہ ''جہیز ایک لعنت ہے۔''

اس لعنت کی موجودگی میں اصلاح معاشرہ قطعاً ناممکن ہو کے رہ جائے گی اور جرائم کے دن بدن بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھنا ناممکن ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ یہ مجبور انسان اس لعنت کو پورا کرتے کرتے جہنم میں پہنچ جائے گا اور اللہ مالک کا یہ حکم صادق آ کے رہے گا ''کہ وراثت کی حد سے نکلنے والا جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا۔'' نساء 11 تا 14۔

ہمیشہ طعنوں کی مار مارتا رہے۔ جیسا کہ یہ سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔

پھر یہ کہ جس لڑکی کے ورثا حالات کی خرابی کی وجہ سے جہیز دینے کے قابل نہیں بلکہ اکثر دو وقت کی روٹی سے بھی پریشان رہتے ہیں۔ کیا وہ اپنی بیٹی کے نکاح کو لیٹ کرنے یا نہ کر سکنے کی صورت میں مجرم تو نہیں؟

کیا لڑکی یا اس کے ورثا اس مفروضہ سنت کو پورا کرنے کے لئے مجبوری کی کیفیت میں جرائم کا راستہ اختیار کرنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں؟

کیا لڑکی کے ورثا اسلام کے اس حکم کے پابند ہیں یا نہیں کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو جلد از جلد اس کا نکاح کر دو۔ ورنہ سرپرست نکاح لیٹ ہونے کی صورت میں سرزد ہونے والے جرائم زنا' بدکاری وغیرہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ بلکہ درحقیقت اصل مجرم شمار ہوں گے؟

کیا جب لڑکی کے ورثا مفلسی اور قلاشی کی حالت میں اس لعنتی عمل جہیز کی مفروضہ سنت کو پورا نہ کر سکنے کی صورت میں نکاح نہ کر سکیں گے اور لڑکی کی فطری مجبوری سے بدکاری اور زنا کا عمل سرزد ہوتا رہے گا کیا اس فعل بد میں لڑکی مجرم شمار ہوگی یا نہیں؟ یا یہ جرم اللہ سبحانہ کے کھاتے میں ڈال دیا جائے۔

بقیہ: افکار و آراء

بہت مفید ہے۔ اس میں ''رام اللہ'' اور ''رملہ'' دو شہروں کے الگ الگ وقوع کی وضاحت بھی کی گئی ہے تاہم یہ بات غلط ہے کہ رملہ مغربی کنارے میں یاسر عرفات کا ہیڈکوارٹر ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جیسا کہ صفحہ 44 کے سامنے رنگین نقشے میں واضح طور پر دکھایا گیا ہے کہ یاسر عرفات کا ہیڈکوارٹر ''رام اللہ'' مغربی کنارے میں بیت المقدس کے شمال میں واقع ہے' جبکہ ''رملہ'' بیت المقدس کے مغرب میں ''اسرائیل'' کے اندر واقع ہے۔ اس سے قطع نظر ''فلسطین نمبر'' ایک بہت اہم دستاویز ہے۔

خوفِ خدا کی قدر و قیمت

محمد یونس جنجوعہ

اللہ کا خوف ایک ایسا جذبہ محرکہ ہے جو انسان کو گناہ سے روکتا اور نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہ جذبہ صرف اسی شخص کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جسے کسی نہ کسی درجے میں معرفت خداوندی حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عظمت اس کی لوح قلب پر کندہ ہو۔ چنانچہ جو شخص جتنا زیادہ تقرب الٰہی کے اونچے درجے پر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کا دل خوف خدا کے جذبے سے معمور ہوگا۔ یوں سمجھئے کہ خوف خدا نیک اعمال کا سرچشمہ ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتا اور نیکیوں کی راہ پر چلاتا ہے۔

قرآن شریف کی سورۃ ق میں نیک لوگوں کی صفات کا تذکرہ ہے۔ نیک لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔ ایک خدا پرست آدمی جہاں فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا وہاں اتنا ہی زیادہ خوف خدا کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ حسن عمل سراسر اسی کی توفیق سے ہے اور پھر اس کا قبول کرنا یا مسترد کرنا بھی اسی کی مرضی کے تابع ہے۔ اس کی مشیت پر کوئی دوسرا اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ بے نیاز ہے۔

اسی طرح سورۃ الاعراف میں حکم ہے کہ اسی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ آیت: 56 اسی طرح سورۃ السجدہ میں نیک لوگوں کے طرز عمل کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ آیت: 16 اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا رویہ کبھی بھی اور کسی حال میں بھی خوف خدا سے آزادی کا نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے عمل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں پذیرائی ہوگی یا نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے مایوسی سے بھی روکا گیا ہے۔ پس انسان کا رویہ جس میں خوف اور امید ساتھ ساتھ ہو محمود و مطلوب ہے۔

خوف خدا بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ انسان کی بخشش کا وسیلہ بن جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی (یعنی غفلت میں خدا کی نافرمانی کرتا رہا) جب اس کی موت کا وقت آیا تو (نافرمانیوں کو یاد کر کے اس پر خدا کے خوف کا اس قدر غلبہ ہوا کہ) اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کر دینا پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا میں بہا دینا (تاکہ میرا کہیں پتہ نشان بھی نہ رہے اور جزا سزا کے لئے دوبارہ نہ اٹھ سکوں) اللہ کی قسم! اگر خدا نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہاں میں کسی کو بھی نہ دے گا اس کے بعد جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ پھر اللہ کے حکم سے خشکی اور تری سے اس کے اجزاء جمع ہوئے (اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا) پھر اس سے پوچھا گیا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کی اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا (رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا) یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔ ظاہر ہے اس کے حق میں بخشش کا یہ فیصلہ محض اس شخص کے خوف خدا کے باعث ہی ہوا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان اس جہان فانی سے رخصت ہو رہا تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ اس کے پاس موجود تھے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا اس وقت تم اپنے کو کس حال میں پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا حال یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں اور اسی کے ساتھ مجھے اپنے گناہوں کی سزا کا بھی خوف ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا یقین کرو جس دل میں امید اور خوف کی یہ دو کیفیتیں ایسے عالم میں جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرمائیں گے جس کی اس کو اللہ کی رحمت سے امید ہے اور اس عذاب سے اس کو ضرور محفوظ رکھیں گے جس کا اس کے دل میں خوف وڈر ہے۔ (ترمذی)

جس شخص کو دنیا میں یہ انداز نصیب ہوا کہ وہ نیک کام کر کے اس کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے مگر اس کے عذاب سے بھی بے خوف نہیں ہوتا وہ بڑا ہی سعادت مند ہے یوں سمجھئے کہ وہ اللہ کی رحمت کے قریب تر ہو گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے خوف سے جس بندہ مومن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم مثلاً مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آتش دوزخ کے لئے حرام کر دے گا (ابن ماجہ)

تاریخ میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ملکہ زبیدہ کے پاس کوئی درویش آیا اور تعمیر مسجد کے لئے تعاون کا طلبگار ہوا۔ ملکہ نے مثبت جواب دیا اور تعمیر مسجد کے تمام اخراجات ادا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مسجد بن گئی۔ کچھ روز گزرے تو ملکہ کو خواب میں اس کا جنت کا محل دکھایا گیا۔ ملکہ بہت خوش ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے خواب ذکر کیا۔ خواب سن کر اس کے دل میں یہ جاننے کی خواہش ہوئی کہ وہ بھی جنتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس نے بہت سے علماء سے دریافت کیا لیکن کوئی اسے مطمئن نہ کر سکا۔ آخر ایک عالم دین سے پوچھا کہ بتایئے میں جنتی ہوں یا نہیں۔ اس عالم نے کہا اے خلیفہ! بتایئے کہ کبھی تمہیں خدا کا خوف ہوا۔ خلیفہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا ہاں۔ ایک دفعہ مجھے گناہ پر پوری قدرت حاصل تھی اور موقع میسر تھا لیکن عین ارتکاب کے وقت مجھ پر خدا کا ایسا خوف طاری ہوا کہ میں گناہ سے رک گیا۔ یہ سن کر عالم دین نے کہا خلیفہ ہارون الرشید آپ کو جنت میں دو باغ ملیں گے اور سند کے طور پر سورۃ الرحمٰن کی وہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ ہے ''اور اس شخص کو دو باغ (جنت میں) ملیں گے جو اللہ کے سامنے پیش ہونے سے خوف زدہ ہوا۔''

حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ہیبت سے کسی بندہ کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے کہ کسی پرانے سوکھے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں (معارف الحدیث جلد دوم)

خوف خدا کا یہی جذبہ صحابہ کرام کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ وہ دن کے وقت کسب معاش اور کلمہ حق بلند کرنے میں مشغول رہتے اور رات کو گھنٹوں جاگ کر اللہ کی حمد و ثناء میں مصروف رہتے۔ اس کے حضور گریہ وزاری کرتے اس کے خوف سے آنسو بہاتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے۔ پس یہی ایک مومن کا طرز عمل ہے جو سنت کے مطابق ہے اور رب العالمین کی خوشنودی کا باعث ہے۔

ضرورت رشتہ

تعلیم بی اے، ایم اے اسلامیات کی تیاری میں مصروف، عمر تقریباً 27 سال، باپردہ فیملی کی گھریلو لڑکی کے لئے گھریلو باپردہ فیملی کا رشتہ درکار ہے۔ حافظ یا عالم قابل ترجیح ہے۔

رابطہ: شاہد علی، ملتان۔ فون نمبرز:

(061) 581205,582635

اعلان بابت تبدیلی فون نمبر

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں کہ انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) کے تبدیل شدہ ٹیلی فون نمبرز اور نیا ای میل ایڈریس حسب ذیل ہیں:

فون نمبر: 5340022-23

ای میل: karachi@quranacademy.com

منکہ مسمی!

مجھ سے ملئے! منکہ مسمی ایک سربراہ خاندان ہوں۔

مجھے آج تک وہ عہد یاد ہے جو میں نے آج سے کوئی ربع صدی قبل رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوتے وقت (گویا کہ عمر قید قبول کرتے وقت) اپنی شریکِ حیات سے کیا تھا۔ ہم میں سے ہر شادی شدہ شخص کو نان نفقہ والی شرط یاد رہتی ہے۔ دو افراد کے نان نفقہ سے شروع ہو کر اب پانچ افراد تک پہنچ چکا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ میں نے عمر قید کیوں لکھا۔ اصل میں اس کا محرک اصل محرک وہ خط ہے جو کبھی اسد اللہ خان غالب نے اپنے ایک دوست کو فرنگ کی قید سے رہائی کے موقع پر لکھا تھا۔ وہ خط آج بھی اردوئے معلیٰ کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ میاں تم خوش نصیب ہو کہ فرنگ کی قید سے آزاد ہو گئے۔ میرے پاؤں میں جو بیڑی آج سے پچاس سال قبل لگی تھی وہ کھل کر نہیں دے رہی۔ جب مرزا نوشہ کو عمر بھر کے لئے قید کیا جا سکتا ہے تو ہما شما کی کیا حیثیت ہے۔ ہاں تو میں اس قید کی شرط کے یاد رہنے کی بات کر رہا تھا۔ سادہ سے دو الفاظ تھے۔ لیکن کیا پتہ تھا کہ یہ دو سادہ الفاظ اپنے اندر کتنی وسعت رکھتے ہیں۔ نان کا انتظام کرنا تو چنداں مشکل نہیں البتہ نفقہ میں تو ستر ڈھانکنے کے لئے لباس، خاندان کے سر پر چھت، علاج معالجہ اور بچوں کی تعلیم و تربیت سمیت پتہ نہیں کیا کیا چیزیں شامل ہیں یہ تو گزرتے وقت کے ساتھ علم میں آتی چلی جائیں گی۔ لیکن شاباش ہے ہمیں کہ اس شرط کو پورا کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اپنی زندگی کے بیشتر اور بہترین اوقات اور صلاحیتیں لگانی پڑ رہی ہیں اور ہم ہیں کہ لگائے چلے جا رہے ہیں، ایک لدو بیل کی طرح۔ لیکن کبھی جو گھر والوں کو یہ کہا ہو کہ یہ اور یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے لئے نہ میرے پاس وقت ہے، نہ صلاحیت اور نہ مال۔ وقت ہے کہ ربڑ کی طرح کھنچتا چلا جا رہا ہے اور پتہ نہیں کون کون سی وہ خفیہ صلاحیتیں ہیں جو میں نے اپنے اندر سے برآمد نہ کر لی ہوں اور آئندہ برآمد کرنی پڑیں۔ جب حال یہ ہو تو مال کی کیا کمی۔

مجھ سے ملئے! منکہ مسمی ایک ملازم ہوں۔ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔ لیکن آج تک مجھے شرائط ملازمت یاد ہیں۔ میں حتی الامکان اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ ان شرائط کی تکمیل میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ بلکہ ان پر مزید بہت کچھ کرنے پر مجھے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً دفتر آنے کا وقت اسی طرح مقرر ہے جس طرح مرزا غالب نے ہی کہا تھا کہ:

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

لیکن دفتر سے واپسی کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ صاحب بیٹھے ہیں تو میں بھی بیٹھا ہوں اور عموماً ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب! یہ ظلم نہ کریں۔ خواہ اندر ہی اندر کڑھتا

محمد سمیع

رہوں۔ بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جنہیں مجھے ضمیر کی آواز کے خلاف بھی کرنا پڑتا ہے۔ چائے پانی کے نام پر رشوت، حکام سے کام نکالنے کے لئے ان کی تعریف و توصیف عرف عام میں چمچہ گیری، جھوٹ اور پتہ نہیں کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ نہ کروں تو صاحب ناراض ہو جاتے ہیں، انکریمنٹ بند ہو جاتی ہے، ترقی رک جاتی ہے اور میں یہ سب کہاں افورڈ کر سکتا ہوں۔

مجھ سے ملئے! منکہ مسمی ایک تاجر ہوں۔ میں اس بنئے کے بیٹے کی طرح نہیں کرتا ہوں جس کے بارے میں لطیفہ زبان زد خاص و عام ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ تاجر اس وقت کرنا شروع ہوتا ہے جب اسے تجارت میں خسارہ ہوتا ہے اور خدانخواستہ دیوالیہ ہو جائے تو ایسا کرتا ہے کہ پھر شاذ ہی اٹھ پاتا ہو۔ میں کب چاہوں گا کہ میں اس صورتحال سے دوچار ہوں۔ لہٰذا میں دائیں بائیں بھی جانا پڑے تو جاتا ہوں۔ آپ جانیں بلوۂ عموم کا زمانہ ہے۔

اور ہاں مجھ سے ملئے! منکہ مسمی ایک داعی دین اور تحریکی کارکن ہوں۔ لیکن...... صورت ببیں حالت مپرس یعنی حال معلوم کرنے کی بجائے صورت کو دیکھا چاہئے۔ وقت، مال اور صلاحیت ہر اعتبار سے کنگال ہوں۔ بڑی مشکلوں میں مبتلا ہوں۔ دنیا کو تج کر تحریک میں شامل ہوا تھا لیکن دنیا ہے کہ کمبل بنی ہوئی ہے۔ یہ کچھ چھوڑے تو میں تحریک میں لگاؤں۔ جس طرح سرمایہ دار قلیل تنخواہ دے کر کارکن کے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینا چاہتا ہے ٹھیک اسی طرح دنیا "متاعِ قلیل" دے کر چاہتی ہے کہ میں زندگی بھر صرف اسی کا قیدی بنا رہوں۔ سوچتا ہوں کہیں ایسا تو نہیں کہ:

آشیاں جل گیا گلستاں لٹ گیا اب قفس سے نکل کر کدھر جائیں گے
اتنے مانوس صیاد سے ہو گئے اب رہائی ملی بھی تو مر جائیں گے

بقیہ: پسِ آئینہ

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے میں امریکہ نے جہاں بھی اپنے فوجی اڈے قائم کر رکھے ہیں، ان کے لئے موقع و محل کے انتخاب میں اسی چیز کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ مجوزہ پائپ لائن کو کسی بھی دوسری طاقت کی دست برد سے محفوظ رکھا جا سکے۔

موجودہ مہم جوئی سے امریکہ نے جو دو ظاہری نتائج حاصل کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنی سپاہ کے کم سے کم جانی نقصان اور بہت ہی ترقی یافتہ اوزارِ حرب و ضرب کے بل بوتے پر وہ کسی بھی ملک کو زیر کر سکتا ہے اور یہ کہ امریکہ فوجی طاقت اور ڈالر کے بدلے کسی بھی جگہ اپنی مرضی کے حکمران نصب کر سکتا ہے، خواہ وہ کوئی برائے نام جمہوریت کا نام لیوا ہو، فوجی ڈکٹیٹر ہو یا پھر کوئی چہ گشت کرزئی ہی کیوں نہ ہو۔ تاہم امریکی انتظامیہ یہ بھول جاتی ہے کہ ہر کمالے را زوالے اللہ کے گھر دیر ہے، اندھیر نہیں۔

بقیہ: بحث ونظر

مکرمہ میں ڈیرہ لگائے ہوئے سینکڑوں اللہ کے بندے پہچان کر ان کی بیعت کریں گے۔ جانشینی کی یہ جنگ امریکہ کی دخل اندازی کی وجہ سے اسلام اور کفر کی جنگ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور پھر ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت کردہ حدیث خراسان بھی پوری ہوگی۔ پاکستان، افغانستان اور وسطی ایشیا کی ریاستیں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں خراسان کا علاقہ تھا سے اسلامی فوجیں سیاہ جھنڈوں کے ساتھ حضرت مہدی کی مدد کے لئے نکلیں گی۔ ان کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی حتی کہ وہ ایلیا (بیت المقدس) میں اپنے جھنڈے گاڑ دیں گے۔ اس وقت حضرت مقداد بن اسودؓ کی روایت کردہ ایک اور حدیث پوری ہوگی۔ "آپ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا کوئی خیمہ جس میں اللہ تعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے۔ خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے۔ حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں اس پر میں نے کہا: فَيَكُونُ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ

(مرتب: سید افتخار احمد شاہ)

ضرورتِ رشتہ

عمر 23 سال، بی ایس سی (آنرز)، قد 6 فٹ ٹورنٹو، کینیڈا میں رہائش پذیر باریش لڑکے کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ایک ماہ کے لئے والدین کے ہمراہ لاہور میں ہے۔ ایک سال بعد نکاح کا پروگرام ہے۔ خواہش مند والدین فون (لاہور) 5168096، 5169163 پر رابطہ کریں۔

ندائے خلافت کے فلسطین نمبر کے بارے

میں معاصر اخبارات و جرائد میں شائع ہونے والے چند تبصرے

ہفت روزہ ''فیملی'' میگزین
7 تا 13 جولائی 2002ء

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کا یہ خصوصی فلسطین نمبر مشرق وسطیٰ کے اس اہم دیرینہ مسئلے کے بارے میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں بنی اسرائیل کی تاریخ' رسول کریمؐ کے ساتھ یہودیوں کا طرز عمل اور اس کے بعد کے تمام واقعات مختلف مضامین کی شکل میں پیش کئے گئے ہیں جو اس مسئلے کے تمام پہلوؤں کا کماحقہ احاطہ کرتے ہیں اور عالم اسلام خصوصاً عالم عرب کے خلاف یہودیوں اور عیسائیوں کے اشتراک عمل کے ٹھوس ثبوت بھی پیش کرتے ہیں۔ اسرائیل کی مملکت کیوں اور کب قائم ہوئی اور اس کو مرحلہ وار مستحکم اور علاقے کے عرب ممالک پر حاوی کرنے کے لئے مغربی طاقتوں نے کس طرح ریشہ دوانیاں کیں۔ اس کے علاوہ آج تک کے واقعات کا تجزیہ اس معلوماتی نمبر میں موجود ہے۔

فلسطین کا ماضی' حال اور مستقبل اس کے مضامین کا خاص موضوع ہے۔ ایک مضمون میں عظیم تر اسرائیل کے خفیہ منصوبے پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ فلسطینیوں کی مسلسل حق تلفی' ان پر ناقابل بیان مظالم کے ساتھ ساتھ ان کے آہنی عزم اور ناقابل تسخیر جذبہ حریت کی داستان بھی بیان کی گئی ہے۔ اس خصوصی شمارے کی قیمت 35 روپے ہے۔ یہ نمبر 36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ماہنامہ ''بیت المقدس'' جولائی 2002ء

ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریک خلافت کے ترجمان ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کا شمارہ 26 جون 2002ء فلسطین کے بارے میں خاص نمبر ہے۔

بنی اسرائیل قرآن کی نگاہ میں' مشرق وسطیٰ کا آتش فشاں' بنی اسرائیل کی تاریخ' یہود' حضرت عیسیٰؑ اور عیسائیت' یہود ظہور اسلام تک' رسول کریمؐ سے یہود کا رویہ' مسلم ممالک اور یہود' یہود اور عیسائی ایک دوسرے کے دشمن' جمہوریت' اشتراکیت اور یہودی' صیہونیت تحریک اور مسلمانانِ پاک و ہند' یہود کی قومی ریاست اسرائیل کا قیام' عظیم تر اسرائیل کا خفیہ منصوبہ' اسرائیل کا مستقبل' موجودہ حالات کے تناظر میں' خلیج کی جنگ' جنگوں کی ماں اور فرہنگ اصطلاحات کے متنوع عنوانات سے مزین ندائے خلافت کا خاص نمبر مسئلہ فلسطین کے بارے میں ایک جامع' مستند اور معیاری دستاویز کا درجہ رکھتا ہے۔

القدس سے متعلق پاکستانی شعراء کا کلام' مقامات مقدسہ کی رنگین تصاویر' نقشے اور چارٹ جریدے کے حسن و خوبی کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین میں دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے ''ندائے خلافت'' کا تازہ شمارہ ایک گراں بہا تحفہ ہے۔ جس کی موجودگی پاکستان کی ہر لائبریری کے لئے ضروری ہے۔ جریدہ کا ہر مضمون خصوصی اہمیت کا حامل ہے لیکن فرہنگ اصطلاحات میں ''اسرائیلی'' اور فلسطینی اصطلاحات کی مختصر تشریح کر کے ایک بڑی ضرورت پوری کی گئی ہے اور یوں یہ جریدہ عام قارئین اور بالخصوص اہل قلم اور صحافیوں کے لئے فلسطین سے متعلق ایک مختصر اور جامع انسائیکلوپیڈیا کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

''ندائے خلافت'' کے مدیر حافظ عاکف سعید' نائب مدیر فرقان دانش خان اور دیگر عملہ مبارکباد کا مستحق ہے کہ انہوں نے ایسے موقع پر اس دستاویز کا اہتمام کیا جبکہ فلسطین کے بارے میں معلومات کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ اے فور سائز کے 94 صفحات کا یہ بیش قیمت جریدہ صرف 35 روپے میں ڈاک کے ذریعے مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے:

ہفت روزہ ندائے خلافت' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

ہفت روزہ ''ندائے ملت'' کا تبصرہ
یکم تا 7 اگست 2002ء

تحریک خلافت پاکستان کے نقیب ''ندائے خلافت'' کا شمارہ 20 تا 26 جون 2002ء ''فلسطین نمبر'' کے طور پر شائع کیا گیا ہے۔ اس میں تنازع فلسطین کے تاریخی پس منظر' یہود کی عہد شکنیوں اور عالمی سازشوں' فلسطین کی موجودہ سنگین صورتحال اور فلسطین کے مستقبل کے بارے میں اہم مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے 19 اپریل 2002ء کے خطاب جمعہ میں مسئلہ فلسطین پر جو سیر حاصل تبصرہ کیا وہ ''مشرق وسطیٰ کا آتش فشاں'' کے عنوان سے اس خصوصی اشاعت میں شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسرائیل اور امریکہ کی ملی بھگت تشت از بام کر دی ہے اور یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ سیکولر اسرائیلی وزیراعظم ایہود باراک 1967ء کی جنگ میں چھینے گئے علاقے واپس کرنے پر رضامند تھا۔ یروشلم کا مسئلہ زیر بحث تھا اور باراک مسجد اقصیٰ والا حصہ مسلمانوں کو لوٹانے پر آمادہ تھا' بشرطیکہ ٹیمپل ماؤنٹ ہیکل کی تعمیر کے لئے یہودیوں کو دے دیا جائے۔ انہی دنوں شیرون نے قبۃ الصخرہ (Temple Mount) کا دورہ کیا اور اس کے بعد جو آتشیں حالات پیدا ہوئے ان میں یاسر عرفات اور شیرون دونوں نے باراک کی تجویز مسترد کر دی اور یوں مسئلہ فلسطین حل ہونے کا ایک موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ ''میرے نزدیک یہ مسئلہ لاینحل ہے۔ نہ ہی مسلمان اس (مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ) سے دستبردار ہو سکتے ہیں نہ یہودی اس کی جگہ تیسرے ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے باز رہ سکتے ہیں لہٰذا وہ بڑی جنگ ہو کے رہے گی جس کی خبریں احادیث میں دی گئی ہیں۔''

''فلسطین نمبر'' کے جامع اور فکر افروز مضامین سے جہاں مسئلہ فلسطین کا تاریخی پس منظر واضح ہوتا ہے اور یہود کی افترا پردازیوں اور مذموم سازشوں کی انتہائی گھناؤنی صورت سامنے آتی ہے' وہاں تاریخ کا یہ المناک تضاد بھی سامنے آتا ہے کہ پانچ چھ صدیاں پہلے یہودیوں کو مسیحی یورپ میں سور کی کھال پر ننگے پاؤں کھڑے ہو کر یہ اقرار کرنا پڑتا تھا کہ ''میں نجس یہودی ہوں جس کے آباؤ اجداد نے سچے مسیح کو صلیب پر چڑھایا تھا۔ میں آوارہ ہوں۔ میرا کوئی گھر نہیں اور کوئی وطن نہیں ...... میں ذلیل ہوں اور تمام بنی نوع انسان کی ذلت کا باعث اور تباہی کا ذریعہ ہوں......'' لیکن آج دنیائے عیسائیت انہی ''نجس یہودیوں'' کی پشت پناہ بنی ہوئی ہے۔

فلسطین نمبر میں ارض فلسطین کے رنگین نقشے (اردو میں' 1947ء سے لے کر 2000ء تک) مغربی کنارے میں یہودی بستیوں کی تفصیل' نیز یہودی اور فلسطینی آبادی اور معیشت کے تقابلی گراف دیئے گئے ہیں' اس کے علاوہ اندرونی دو صفحوں پر محیط مسجد اقصیٰ اور حرم الشریف کی دو رنگین تصویریں شامل کی گئی ہیں' جن سے مقدس مقامات کا الگ الگ وقوع پوری طرح سمجھ میں آ جاتا ہے اور ہمارے اخبارات و جرائد کی اس غلطی کی بھی نشاندہی ہو جاتی ہے جو وہ گنبد صخرہ کی عمارت کو مسجد اقصیٰ کے طور پر شائع کرتے رہتے ہیں۔ آخر میں تین صفحوں کی فرہنگ اصطلاحات

(باقی صفحہ ۷ پر)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ملکی معیشت پر کابوس کی طرح مسلط ہیں۔ یہودی سرمایہ کاران کمپنیوں کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت وتجارت کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں۔ یہ بڑے بڑے مگرمچھ تمام چھوٹی مچھلیوں کو ہڑپ کر کے معیشت کے پورے سمندر پر راج کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ بدقسمتی سے انسانیت کے خلاف یہ گھناؤنی سازش گلوبلائزیشن کے حوالے سے نیو ورلڈ آرڈر کی پلاننگ کا حصہ ہے اور اپنے مذموم مقاصد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے یہ انسان دشمن عالمی طاقتیں یو این او کو بھرپور طور پر استعمال کر رہی ہیں ــــ ہمارے چند دوستوں نے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اس تسلط سے قومی معیشت کو نجات دلانے اور مقامی صنعت کی حوصلہ افزائی کی خاطر بڑی محنت سے ایک تقابلی چارٹ مرتب کیا ہے اور اعداد وشمار کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات ہم محض ان کی بے پناہ اشتہار بازی کے نتیجے میں برضاورغبت مہنگے داموں خریدتے ہیں' حالانکہ کم و بیش اسی معیار کی مقامی مصنوعات مقابلتاً ارزاں نرخوں پر حاصل کی جاسکتی ہیں ــــ ہمارے نزدیک اس معاملے کا ایک اہم تر پہلو یہ بھی ہے کہ کم وبیش یہ تمام کمپنیاں ان یہودی سرمایہ کاروں کی ملکیت ہیں جن کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق اسرائیل کے ساتھ ہے۔ اسرائیل فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑ رہا ہے اور اس کا سرپرست اعلیٰ امریکہ جس ڈھٹائی کے ساتھ عدل و انصاف کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اسرائیل کا ساتھ دے رہا ہے' ان حالات میں مسلمانوں کی غیرت وحمیت کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ وہ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ یہ تحریک اگر مسلمان ممالک میں جڑ پکڑ گئی تو ان سود خور یہودی سرمایہ کاروں کو دن میں تارے نظر آجائیں گے۔ ہم اگر اپنے فلسطینی بھائیوں کی عملاً کوئی مدد نہیں کر سکتے تو کیا اُن کی حمایت میں یہ معمولی سا قدم بھی نہیں اٹھا سکتے !! ــــ (مدیر)

گھریلو اخراجات میں کمی کا قومی نسخہ

اس نسخے کو سمجھنے کے لئے آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ تمام اشیاء جو ہم صبح سویرے منہ پر صابن اور دانتوں پر ٹوتھ پیسٹ ملنے سے لے کر رات کو سوتے وقت مچھر بھگانے تک استعمال کرتے ہیں' کیا یہ وہی اشیاء ہیں جن کی واقعی ہمیں ضرورت ہے؟ یا کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے پہلے انہیں کسی خوبصورت اشتہار کی وجہ سے آزمایا ہو اور پھر اسی پر رُک گئے ہوں؟

اگر ہم مندرجہ بالا سوال پر کچھ سنجیدگی سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر معاملہ کچھ یوں ہی ہے اور ان کمپنیوں کی چھاپ تو اور بھی گہری ہوتی ہے جو اپنی مصنوعات کو Status Symbol بنا کر پیش کرتی ہیں۔ مثلاً خریدتے وقت صابن کی جگہ لکس' واشنگ پاؤڈر کی جگہ سرف' گھی کی جگہ ڈالڈا اور دودھ کی جگہ ملک پیک کا منہ سے خود بخود نکل جانا تو شائد ہم میں سے اکثر کے ساتھ پیش آیا ہوگا! مزید براں اس قسم کی کمپنیاں جس چیز پر خوبصورت اشتہار کے علاوہ سب سے زیادہ توجہ دیتی ہیں وہ ہے خریدار کو انعامی کوپن' ڈھکے چھپے تحفے' لاٹری اور جوئے کا لالچ اور ٹی وی شو وغیرہ کے ذریعے ترغیب دلانا اور اپنی مصنوعات کے ناموں سے توجہ نہ ہٹنے دینا۔ لیکن اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ان کی اس تمام تر فراخ دلی سمیت مہنگے ترین اشتہاروں اور خوبصورت پروگراموں کی قیمت دراصل خریدار ہی کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ انہیں آخرکار یہ تمام اخراجات اپنی مصنوعات کی منافع بخش فروخت سے ہی پورا کرنے ہوتے ہیں۔ اور عام طور پر ان میں زیادہ تر ملٹی نیشنل یعنی غیر قومی کمپنیاں ہوتی ہیں۔

ہمارے ملک میں سرگرم عمل ان کمپنیوں میں سب سے نمایاں لیور برادرز' نیسلے' کولگیٹ پامولو' ریکٹ بینکائزر' جانسنز اینڈ جانسنز' ڈی ملٹ کمپنی' پیپسی کولا کمپنی' کوکا کولا کمپنی' شیل' پراکٹر اینڈ گیمبل' آئی سی آئی' کیڈبری' ڈابر' الیڈا کمز کیوسنے' ویلا' نیویا' نیوٹروجنا' پونڈز انسٹی ٹیوٹ' ریولون' شوارز کوف اینڈ ہینکل' سمتھ کلائین بیچم' سوئس فارمولا' وغیرہ جیسے نام ہیں۔ مزید براں یہ کمپنیاں معروف قومی کمپنیوں کو خرید خرید کر اپنی اجارہ داری بھی بنا رہی ہیں۔ جیسے رفحان کو یونی لیور نے خریدا' قفس کو جانسنز اینڈ جانسنز نے خریدا' پولکا کو والز نے خریدا' پونڈز کو لیور نے خریدا اور اعلیٰ شہرت یافتہ قومی کمپنیوں کو اپنی بے تحاشہ عالمی دولت سے ڈبونے کا یہ سلسلہ جاری ہے اور شائد تمام اہم قومی کمپنیوں کے ختم ہونے تک جاری رکھا جائے گا۔ حتیٰ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی یاد تازہ کر دی جائے! (بہتر تعارف کیلئے ان کمپنیوں کے Logo اس تحریر کے ارد گرد رکھ دیے گئے ہیں تاکہ آئندہ ان کی پہچان میں آسانی رہے۔ یاد رہے کہ ان کمپنیوں کے مزید کئی سو برانڈ ہیں مثلاً لیور برادرز کے برانڈز میں سے ڈالڈا' لکس' سرف وغیرہ زیادہ مشہور ہیں یا نیسلے کے نیڈو' ملک پیک' سیریلیک' فراسٹ وغیرہ مشہور ہیں اسی طرح پیپسی کولا کمپنی کے مشہور برانڈ ٹیم اور مرنڈا وغیرہ ہیں۔)

سراسر انسان دشمنی پر مبنی مندرجہ بالا طریقہ واردات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس سے کافی حد تک بچنے کے لئے ہم نے اپنے پاکستانی بھائیوں اور بہنوں کے لئے اللہ کو گواہ جانتے ہوئے اس کے پیغمبر ﷺ کی امت کو اس فتنے سے بچانے کی خاطر ایک مارکیٹ ریسرچ کی اور یہ دریافت کرنے کی کوشش کی کہ آیا مہنگائی کے اس دور میں کچھ ایسی اشیاء بھی ہیں جنہیں ان عام استعمال ہونے والی اشیاء کے مقابلے میں لایا جا سکے جو سستی ہونے کے ساتھ ساتھ معیار پر بھی ان کے مقابلے کی یا قریب تر ہوں۔ چنانچہ اس بنیاد پر ہی ہم نے **گھریلو اخراجات میں کمی کا قومی نسخہ** دریافت کرنے کی کوشش کی ہے جس کے نتائج اندرونی صفحات پر پیش کیے جا رہے ہیں : ۔ (اگرچہ موازنہ کیلئے چیزیں کم چنی ہیں)

نمبر / غیرقومی مصنوعات	(کمپنی)	قومی مصنوعات	(تبصرہ)	غیرقومی قیمت	قومی قیمت	اپنا فائدہ
1۔سیف گارڈ صابن (75 گرام)	پراکٹر اینڈ گیمبل	نیم سوپ (85 گرام) کیمیائی خوشبو سے پاک	مقدار زیادہ ہے	14روپے	9روپے	*7روپے
2۔لکس صابن (140 گرام)	لیور برادرز	تبت صابن (120 گرام)	وزن کم ہے	22روپے	13روپے	*7روپے
3۔لائف بوائے (140 گرام)	لیور برادرز	باڈی گارڈ (140 گرام)		11روپے	9روپے	2روپے
4۔کولگیٹ ٹوتھ پیسٹ (125 گرام)	کولگیٹ پامولو	میڈی کیم ٹوتھ پیسٹ (150 گرام)	وزن زیادہ ہے	90روپے	55روپے	*37روپے
5۔سگنل ٹوتھ پیسٹ (125 گرام)	EGF	انگلش ٹوتھ پیسٹ (112 گرام)	وزن کم ہے	70 روپے	25روپے	*42روپے
6۔Oral-B ٹوتھ برش	دی جلٹ کمپنی	شیلڈ ٹوتھ برش (فلیکس)		85روپے	30روپے	55روپے
7۔نیویا شیونگ کریم (60 گرام)	Beirsdorf AG	بج ٹی شیونگ کریم (60 گرام)		70روپے	30روپے	40روپے
8۔جلٹ شیونگ کریم (100 گرام)	دی جلٹ کمپنی	ڈپلومیٹ شیونگ کریم (130 گرام)	وزن زیادہ ہے	99روپے	40روپے	68روپے
9۔جلٹ ریزر بلیو II	دی جلٹ کمپنی	سوفٹ II		22روپے	13روپے	9 روپے
10۔ڈینیم آفٹر شیو (100 ملی لٹر)	Elida	وائسرائے آفٹر شیو (100 ملی لٹر)		140روپے	60روپے	80روپے
11۔جلٹ آفٹر شیو (100 ملی لٹر)	دی جلٹ کمپنی	ایڈمرل آفٹر شیو (100 ملی لٹر)		320روپے	75روپے	245روپے
12۔نیویا آفٹر شیو (100 ملی لٹر)	Beirsdorf AG	اومیگا آفٹر شیو (100 ملی لٹر)		185روپے	64 روپے	121روپے
13۔پینٹین شیمپو (200 ملی لٹر)	پروکٹر اینڈ گیمبل	سیمسول شیمپو (250 ملی لٹر)	وزن زیادہ ہے	99روپے	58روپے	*53روپے
14۔ہیڈ اینڈ شولڈر (200 ملی لٹر)	پروکٹر اینڈ گیمبل	میڈی کیم شیمپو (230 ملی لٹر)	وزن زیادہ ہے	109روپے	72روپے	*46روپے
15۔جانسن بے بی شیمپو (200 ملی لٹر)	جانسن اینڈ جانسن	مدر کیئر بے بی شیمپو (230 ملی لٹر)	وزن زیادہ ہے	105روپے	80روپے	*35روپے
16۔ویزلین ہیر ٹانک (300 ملی لٹر)	لیور برادرز	فارہینز ہیر آئل (200 ملی لٹر)	وزن کم ہے	255روپے	75روپے	150روپے
17۔ڈابر آملہ ہیر آئل (200 ملی لٹر)	ڈابر انڈیا	تبت آملہ ہیر آئل (200 ملی لٹر)		99روپے	37روپے	62روپے
18۔پولی کلر ہیر ڈائی	ہینکل کوسمیٹکس	سیمسول ہیر کلر		72روپے	48روپے	24روپے
19۔بیجن ہیر کلر	Hoyo co ltd	میڈی کیم ہیر کلر	(تقریباً قومی)	60روپے	50روپے	10روپے
20۔جولین بلیچ کریم	Jolen inc. USA	موڈ گرل بلیچ کریم		220روپے	41روپے	179روپے
21۔انڈریا بلیچ کریم	انڈریا انٹرنیشنل USA	اولیویا بلیچ کریم		215روپے	40روپے	175روپے
22۔فیئر اینڈ لولی کریم (60 ملی لٹر)	لیور برادرز	کیئر کریم (60 ملی لٹر)		55روپے	40 روپے	15 روپے
23۔پونڈز کریم (100 ملی لٹر)	لیور برادرز	فارہینز کریم (100 ملی لٹر)		80روپے	70روپے	10روپے
24۔ریولون لپ سٹک		میڈورا لپ سٹک		105روپے	50روپے	55روپے
25۔ریولون نیل پالش (15 ملی لٹر)		میڈورا نیل پالش (16 ملی لٹر)	مقدار زیادہ ہے	83روپے	55روپے	*34روپے
26۔جانسنز بے بی پاؤڈر (200 گرام)	جانسنز اینڈ جانسنز	مدر کیئر بے بی پاؤڈر (185 گرام)	مقدار کم ہے	75روپے	52روپے	*19روپے
27۔چارلی ٹیلکم پاؤڈر (130 گرام)	ریولون	کیئر وائیلڈ فلاور (110 گرام)	مقدار کم ہے	52روپے	35روپے	*11روپے
28۔ڈالڈا بناسپتی (5 کلوگرام)	لیور برادرز	کشمیر بناسپتی (5 کلوگرام)		325روپے	285روپے	40روپے
29۔پلانٹا آئل (5 لٹر)	لیور برادرز	صوفی آئل (5 لٹر)		345روپے	305روپے	40روپے
30۔رفحان کارن آئل (2.25 لٹر)	لیور برادرز	حبیب کارن آئل (2.25 لٹر)		180روپے	178روپے	2روپے
31۔ملک پیک دیسی گھی (875 گرام)	نیسلے	نیشنل دیسی گھی (1 کلوگرام)	وزن زیادہ ہے	160روپے	140روپے	37روپے
32۔لینکنیز شہد (500 گرام)	لینکنیز جرمنی	سلمانز شہد (500 گرام)		195روپے	110روپے	85روپے
33۔یلو لیبل چائے (200 گرام)	لیور برادرز	ٹپال ریڈ لیف چائے (200 گرام)		60روپے	55روپے	5روپے
34۔نیڈو دودھ پاؤڈر (1 کلوگرام)	نیسلے	نرش دودھ پاؤڈر (1 کلوگرام)		190روپے	175روپے	15روپے
35۔ایوری ڈے دودھ نہیں ہے (1 کلوگرام)	نیسلے	حلیب دودھ پاؤڈر (1 کلوگرام)		185روپے	150روپے	35روپے

** 36۔ پیپسی، کوکا کولا، ٹیم، سپرائیٹ، مرنڈا، فانٹا (1 لٹر)	اسرائیل	شینڈی کولا، لیمن، اورنج، ڈائیٹ (1 لٹر)		32 روپے	25 روپے	7 روپے
** 37۔ ڈائٹ سیون اپ (1.5 لٹر)	اسرائیل	شینڈی ڈائیٹ (2 لٹر)	حجم زیادہ ہے	50 روپے	50 روپے	*12 روپے
** 38۔ فراسٹ ڈرنک (250 ملی لٹر)	(جوس نہیں ہے) نیسلے	کنٹری ڈرنک (250 ملی لٹر) جوس نہیں ہے		9 روپے	8 روپے	1 روپے
39۔ والز/ پولکا (1 لٹر) (آئس کریم نہیں بلکہ کوکنگ آئل کا پھینٹا ہے)	لیور برادرز	Hico/Yummy آئس کریم (1 لٹر) (اصلی دودھ اور کریم سے بنی آئس کریم ہے)		85	82 روپے	3 روپے
40۔ ملک پیک دودھ (1 لٹر)	نیسلے	ملک فلو دودھ (1 لٹر) + ڈبہ جوس 8 روپے والا		30 روپے	22 روپے	8 روپے
41۔ نیسلے یوگرٹ (400 گرام)	نیسلے	پرائم یوگرٹ (400 گرام)		22 روپے	20 روپے	2 روپے
42۔ بلو بینڈ مکھن نہیں ہے (50 گرام)	لیور برادرز	نیشنل خالص مکھن (50 گرام)		10 روپے	8 روپے	2 روپے
43۔ نیسلے پینے کا پانی (1.5 لٹر)	نیسلے	نعمت منرل واٹر (1.5 لٹر)		22 روپے	14 روپے	8 روپے
44۔ Tang کیمیائی ڈرنک	(قیمت فی 10 گلاس)	Kinza/Tops قدرتی سکوائش	(قیمت فی 10 گلاس)	50 روپے	35 روپے	15 روپے
45۔ Kellogg's کارن فلیکس (150 گرام)		فوجی کارن فلیکس (225 گرام)	وزن زیادہ ہے	70 روپے	48 روپے	*52 روپے
46۔ LU/Peak Freens بسکٹ (140 گرام)		Kims بسکٹ (140 گرام)		20 روپے	18 روپے	2 روپے
47۔ سیری لیک کھچڑی (200 گرام)	تمام اجزاء قدرتی نہیں نیسلے	گھر کی چاول دال کھچڑی (100% قدرتی)		59 روپے	15 روپے	44 روپے
48۔ باؤنٹی چاکلیٹ (57 گرام)	مارس چاکلیٹ کمپنی	پیراڈائز (25 گرام)	وزن کم ہے	25 روپے	5 روپے	*15 روپے
49۔ کیڈبری چاکلیٹ (40 گرام)	کیڈبری کمپنی	ٹاپ ملک (40 گرام)		20 روپے	10 روپے	10 روپے
50۔ مارس چاکلیٹ (20 گرام)	مارس کمپنی	Now چاکلیٹ (25 گرام)	وزن زیادہ ہے	6 روپے	5 روپے	*3 روپے
51۔ فیڈر Pur (9 اونس)	ے بورن کمپنی	فیڈر شیلڈ (9 اونس)		115 روپے	55 روپے	60 روپے
52۔ نپل پیجن		نپل شیلڈ		22 روپے	13 روپے	11 روپے
53۔ وڈورڈ گرائپ واٹر (150 ملی لٹر)	وڈورڈ	قرشی عرق شریں (240 ملی لٹر)	قدرتی اجزاء سے بنا	17.60 روپے	21 روپے	*11 روپے
54۔ Pampers میڈیم (8 عدد)	پراکٹر اینڈ گیمبل	Baby Master میڈیم (9 عدد)	تعداد زیادہ ہے	99 روپے	89 روپے	*20 روپے
55۔ بچوں کی بوتل پانی والی (امپورٹڈ)	(پانی اور ٹھنڈک کم)	بچوں کی بوتل پانی والی (پانی اور ٹھنڈک زیادہ)		155 روپے	50 روپے	105 روپے
56۔ Ocean گلاس (پانی والے)	چھ عدد اوشن تھائی لینڈ	ٹویوٹا سک (گلاس پانی والے) 6 عدد		210 روپے	80 روپے	130 روپے
57۔ پنسل سیل	توشیبا جاپان	پنسل سیل کنگ	(قوم دوست چائنا)	6 روپے	2 روپے	4 روپے
58۔ سرف ایریل (400 گرام)	لیور برادرز، P&G	کھلا معیاری واشنگ پاؤڈر (400 گرام)		55 روپے	18 روپے	37 روپے
59۔ وم صابن (135 گرام)	لیور برادرز	صافون ڈش بار (135 گرام)		9 روپے	7 روپے	2 روپے
60۔ میکس صابن (250 گرام)	کولگیٹ پامولو	صافون ڈش بار (250 گرام)		17 روپے	14 روپے	3 روپے
61۔ مورٹین مچھر مار ٹکیاں (30 عدد)	ریکٹ بینکائیزر	ٹائی فون مچھر مار ٹکیاں (30 عدد)		67 روپے	59 روپے	8 روپے
62۔ مورٹین مچھر مار سپرے (250 ملی لٹر)	ریکٹ بینکائیزر	ٹائی فون مچھر مار سپرے (400 ملی لٹر)	حجم زیادہ ہے	130 روپے	110 روپے	98 روپے
63۔ فنس مچھر مار تیل (1000 ملی لٹر)	جانسنز اینڈ جانسنز	ٹائی فون مچھر مار تیل (912 ملی لٹر)	حجم کم ہے	110 روپے	90 روپے	10 روپے
64۔ چیری، کیوی شو پالش (50 ملی لٹر)	ریکٹ بینکائیزر، کیوی	چائنا کی پالش (50 ملی لٹر)	قوم دوست چائنا	22 روپے	12 روپے	10 روپے
65۔ Pelikan روشنائی (پین کے لئے) (62 ملی لٹر)		ڈالر روشنائی (پن کیلئے) (60 ملی لٹر)	مقدار کم ہے	50 روپے	10 روپے	*38 روپے
66۔ یونی بال بال پن		ڈالر بال پن	بالکل یونی بال جیسا	45 روپے	15 روپے	30 روپے
67۔ Schneider ہائی لائٹر پن		ڈالر ہائی لائٹر پن (Schneider سے بہتر)		25 روپے	18 روپے	7 روپے
اگر آپ مندرجہ بالا تمام اشیاء ایک ایک کی تعداد میں خریدیں تو قومی اشیاء کی خریداری کے نتیجہ میں آپ کو ہونے والا فائدہ کچھ یوں ہوگا:				6117	3652	2623

☆ تقابل کے لئے وزن اور مقدار میں کمی بیشی کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

☆ ہر قسم کی گیس بھری بوتلوں اور ڈبہ جوسوں سے بچنا صحت مند رہنے کے لئے لازمی ہے۔

Abid Ullah Jan
(E-mail:abidjan@tanzeem.org)

Staying for Democracy?

"Musharraf not to quit," read the headlines in Pakistan. The self-appointed President makes it amply clear he has no intentions to stand down because he thinks he has "a role to play in bringing democracy to Pakistan." One wonders, is it really only democracy for which the General wants to stay? If it is indeed democracy, we have the right to ask at the approach of yet another "Independence Day": Shall we have it at the cost of our independence and raison d'etre of Pakistan?

Who can look at the extraordinary sacrifices our forefathers have made for an independent Pakistan and still believe that counting foreign reserves in exchange for our sovereignty and independence is the meaning of life in a "democratic" Pakistan? Democracy was not the objective. We could have enjoyed democracy anywhere in the world, including under British rule or with Hindus in an undivided India. Terms like raison d'etre of Pakistan do not affect those with ambition and love of power. They forget that democracy is not an end in itself. It is merely a means to a greater end, which is good self-governance without selling our sovereignty and diluting our identity.

Words and deeds of Western governments since 1999 coup d'etat have clearly shown their least concern with democracy. Their real concern has been to have a pro-western government, irrespective of its garb. They know that there is no need for the General to stay indefinitely if the system he proposes for "sustainable democracy" is sound and the imposed constitutional changes would ensure its continuity. The General and his western supporters ignore the question as to how long would he live if he is so indispensable for democracy in Pakistan? These questions lead one to the conclusion that the General has to stay for something other than democracy.

The General has to serve a purpose other than democracy. The story started way back in 1999. Many image-building stories appeared on the pattern of an Associated Press headline, "Coup Leader-Iron Will, Sharp Mind." Just 16 days into the coup, Bill Clinton publicly called for a "restoration of democracy" while privately rushed to make use of Brownback-2, the presidential waiver authority attached to the new defense bill, to ease US sanctions on Pakistan. Clinton lifted all restrictions that he could considering that Section 508 of the Foreign Assistance Act supercedes Brownback and expressly forbids aid to countries where elected governments have been replaced by military coups.

The well-informed persons at Capital Hill knew in 1999 what's in store for Pakistan. They knew that a few years down the road Pakistan would be gone from being the world's leading independent Muslim state to a client of the United States. They knew that Pakistan's best military and intelligence officers would be purged on orders from Washington; its soldiers would be serving as auxiliaries or loyal native troops to US forces in the region, and its nuclear arsenal would be under constant US monitoring.

In return, the General has been transformed from a third world dictator into international celebrity, meeting in the White House with the world's most important man, delivering speeches to Congress, gala state banquets and intimate dinners with Barbara Walters and Henry Kissinger. For surrendering Pakistan's objective, he got glowing stories in the media about progress inhuman rights, modernization, and women's rights. Showering of tens of millions in American aid is still awaited for undermining religious institutions, permanently inducting military in politics and watering down our identity related clauses in the constitution.

In the name of democracy, the once used to be independent Pakistan is now going the way of Egypt, Tunisia and Jordan - thinly disguised military dictatorships whose armed forces, intelligence agencies, media, police, national bank and very economic survival are controlled by the US government.

Anyone with even a cursory understanding of American priorities will understand that the Bush Administration believes that a substantive role for the Army in Pakistan's national life suits its interests in the war on Islamic movements. But as far as Pakistanis are concerned, they are dealing with a General who traded Pakistan's sovereignty, staged a sham referendum, and surrendered all that he could to safeguard US interests. He promised a civilian rule and who then flatly refused to leave power.

With the West interested primarily in Musharraf's campaign for reducing any chances of Islamic revival, the restoration of democracy has clearly become a non-issue. Democracy has ceased to be a reality. Establishments in London and Washington hold the real power. The public is not informed about the major decisions they reached at with leaders like Musharraf and Mubarak. The room for maneuver of the Muslim states is getting more and more restricted by agreements about which people have never been consulted or informed.

We would still be voting in the coming elections, but our votes have been deprived of all meaning. We would vote for leaders, who like the president on top, would be in charge of practically nothing. We have no choice in selecting the dish, but we are free to choose the sauce. The dish is remote control colonialism, with democratic dictatorship or democracy under a dictator as sauce.

Musharraf tells us that he wants to stay for democracy at a time when democracy is under siege throughout the globe. Elections may

be occurring more widely and even more consistently than in the past, but they only serve the dominant interests of the anti-Islam global elite. The strengthening of forces for social, political and economic domination on global scale is weakening democracy. These have damaged the institutional basis of democracy and made elections and traditional political pressures incapable of meeting the demands of ordinary citizens.

Global military alliances, such as for enforcing war and sanctions on Iraq or invading Afghanistan, have drastically altered patterns of international relations and increased leverage over governments which do not necessarily share philosophy of the strong. Whether it is Musharraf in Pakistan or Bush and his company in the US, people have tolerated the growth of private power to a point where it has become stronger than that of the states itself. This ownership of government by an individual, by a group, or any controlling private power, in essence, is fascism. Any country where most citizens have no way to influence public policy directly or effectively is not a democracy.

The externally weak Muslim governments have become more powerful internally, more intrusive and more repressive. This does not please many, but it does not matter. In "the End of History," Francis Fukuyama considered the threat of "radical Islam" but pointed out that, unlike communism, it has no ideological appeal beyond the borders of the Muslim world. "Radical Islam," in other words, posed no threat to the West. But the West now poses a threat to anything associated with Islam and such undemocratic governments are good tools for checkmating Islam.

So leaders like Musharraf are not needed for democracy. The US needs them to cooperate, share information, close down "safe houses," confiscate assets and make arrests. According to Newsweek (September 24, 2001): "The long twilight struggle we face, like that against communism, is both military and political...Our task now is to make sure that radical Islam is not seen as an attractive option around the Muslim world. We can do this in various ways but most significantly by supporting Muslim moderates and secularists." Who will serve this purpose if the General is not there to maintain democracy? May God bless a nation whose hope for democracy rest with a coup leader.

Concluded

August 5, 2002.

بقیہ: اداریہ

سانچے میں ڈھلنے کے لئے مستعد ہوں۔ پھر وہ اپنی جدوجہد سے سوسائٹی میں اسی ذہنیت اور اسی اخلاقی روح کو
سانچے میں ڈھلنے کے لئے مستعد ہوں۔ پھر وہ اپنی جدوجہد سے سوسائٹی میں اسی ذہنیت اور اسی اخلاقی روح کو
پھیلانے کی کوشش کریں۔ پھر اسی بنیاد پر تعلیم و تربیت کا ایک نیا نظام اٹھے جو اس مخصوص ٹائپ کے آدمی تیار کرے۔ اس سے مسلم سائنٹسٹ، مسلم فلسفی، مسلم مؤرخ، مسلم ماہرین مالیات و معاشیات، مسلم ماہرین قانون، مسلم ماہرین سیاست، غرض ہر شعبۂ علم و فن میں ایسے آدمی پیدا ہوں، جو اپنی نظر و فکر کے اعتبار سے مسلم ہوں، جن میں یہ قابلیت موجود ہو کہ افکار و نظریات کا ایک پورا نظام اور عملی زندگی کا ایک مکمل خاکہ اسلامی اصول پر مرتب کر سکیں، اور جن میں اتنی طاقت ہو کہ دنیا کے ناخدا شناس ائمہ فکر کے مقابلہ میں اپنی عقل و ذہنی قیادت (Intellectual Leadership) کا سکہ جما دیں۔ اس دماغی پس منظر کے ساتھ یہ تحریک عملاً اس غلط نظام زندگی کے خلاف جدوجہد کرے جو گرد و پیش کی دنیا پر پھیلا ہوا ہے۔ اس جدوجہد میں اس کے علمبردار مصیبتیں اٹھا کر، سختیاں جھیل کر، قربانیاں کر کے، مار کھا کر اور جانیں دے کر اپنے خلوص اور اپنے ارادے کی مضبوطی کا ثبوت دیں۔ آزمائشوں کی بھٹی میں تپائے جائیں اور ایسا سونا بن کر نکلیں جس کو پرکھنے والا ہر طرح جانچ کر بے کھوٹ کامل المعیار سونا ہی پائے۔ اپنی لڑائی کے دوران میں وہ اپنے ہر قول اور ہر فعل سے اپنی اس مخصوص آئیڈیالوجی کا مظاہرہ کریں جس کے علمبردار بن کر وہ اٹھے ہیں، اور ان کی ہر بات سے عیاں ہو کہ واقعی ایسے بے لوث، بے غرض، راست باز، پاک سیرت، ایثار پیشہ، با اصول، خدا ترس لوگ انسانیت کی فلاح کے لئے جس اصولی حکومت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، اس میں ضرور انسان کے لئے عدل اور امن ہوگا۔ اس طرح کی جدوجہد سے سوسائٹی کے وہ تمام عناصر جن کی فطرت میں کچھ بھی نیکی اور راستی موجود ہے، اس تحریک میں کھنچ آئیں گے۔ پست سیرت لوگوں اور ادنیٰ درجہ کے طریقوں پر چلنے والوں کے اثرات تحریک کے مقابلہ میں دبتے چلے جائیں گے۔ عوام کی ذہنیت میں ایک انقلاب رونما ہوگا۔ اجتماعی زندگی میں اس مخصوص نظام حکومت کی پیاس پیدا ہو جائے گی اور اس بدلی ہوئی سوسائٹی میں کسی دوسرے طرز کے نظام کا چلنا مشکل ہو جائے گا جس کے لئے اس طور پر زمین تیار کی گئی ہوگی اور جونہی کہ وہ نظام قائم ہوگا اس کو چلانے کے لئے ابتدائی اہلکاروں سے لے کر وزراء اور نظماء تک ہر درجہ کے مناسب کل پرزے اس نظام تعلیم و تربیت کی بدولت موجود ہوں گے، جس کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں۔"

بقیہ: تجزیہ

اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے مفاہمت کی راہ نکالنی چاہئے۔ یہ بات فراموش نہیں کی جانی چاہئے کہ بے نظیر میں لاکھ کمزوریاں ہوں گی لیکن سندھ کے پاکستان دشمن عناصر کے سامنے وہ ہمیشہ سینہ تان کر کھڑی ہوئیں اور انہیں ہر انتخاب میں بری طرح شکست دی اور ان کی ہر اُس آفر کو حقارت سے ٹھکرا دیا جس سے پاکستان دشمنی کی بو آتی تھی لیکن اگر بے نظیر کی موجودہ شکست و ریخت نے اس کا رخ سندھو دیش کا نعرہ لگانے والوں کی طرف کر دیا تو قومی اور ملکی لحاظ سے یہ ایک المیہ ہوگا۔ لہٰذا راقم کی جنرل مشرف سے عاجزانہ درخواست ہے کہ بے نظیر کی سیاسی قوت کی حقیقت کو بھی تسلیم کر لیں اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ملکی سلامتی اور خود مختاری کی حدود کو قائم رکھتے ہوئے جس قدر مفاہمت ہو سکے کیا جائے اور کچھ نہیں تو مخالفت اور دشمنی میں ہی کمی کر لی جائے۔

شہباز شریف کے مسلم لیگ کے صدر بن جانے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ کسی ڈیل کا نتیجہ نہ ہو بلکہ ایسا محض قانون کی زد میں آنے سے بچنے کے لئے کیا گیا ہو یا مشرف کی فوجی حکومت کے خلاف پہلے قدم کے طور پر کیا ایسا کیا جا رہا ہو جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومتی ادارے اور ان کے قوانین اب شہباز شریف کے خلاف حرکت میں آ جائیں گے، نئی نئی فائلیں کھل جائیں گی، محاذ آرائی شدت اختیار کر جائے گی اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بدقسمت قوم کا انجام کیا ہوگا جس کے سیاست دان سیاسی بصیرت سے عاری ہوں اور جس کے جرنیل مسلسل اپنے ہی ملک کو فتح کرتے چلے جائیں۔

نامے مرے نام

محترم حافظ عاکف سعید صاحب
مدیر ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مزاج گرامی! ندائے خلافت کا ''فلسطین نمبر'' شائع کرنے پر دلی مبارکباد قبول کیجئے۔ آپ کی سرپرستی میں ادارۂ تحریر نے جس محنت اور اخلاص کا شاندار مظاہرہ کیا ہے اس کی جزا اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور دے گا۔ آپ نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مضامین جس عمدگی سے ترتیب دیئے گئے ہیں ان سے یہ ایک مستقل تالیف بن گئی ہے۔ معنوی حسن کے ساتھ ظاہری خوبصورتی نے مجلّے کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس عمدہ کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین!

والسلام

نمیر' حلقہ، حد شاہی

محترم جناب ایوب مرزا صاحب
السلام علیکم!

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ ہفت روزہ ندائے خلافت کا فلسطین نمبر موصول ہوا۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے احباب میں شامل کر رکھا ہے۔ فلسطین نمبر دلچسپ مفید اور ریفرنس بک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

آپ کا نیازمند
قیوم نظامی

جناب ایڈیٹر صاحب
ہفت روزہ ''ندائے خلافت''
السلام علیکم

محترمہ رعنا ہاشم خان کا مکتوب بعنوان ''ڈسپلے یا ڈسپلن'' (ندائے خلافت شمارہ 28) پڑھنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے! انہوں نے ہمارے موجودہ معاشرے میں لباس کے حوالے سے خواتین کی بڑھتی ہوئی بے راہ روی کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ فیشن کے نام پر عورت کو بے لباس کر کے جس طرح تذلیل کا نشانہ بنایا جا رہا ہے' خواتین کی اکثریت کو اس کا ادراک ہی نہیں۔ لباس جو کہ ستر کو ڈھانپنے کا کام دیتا ہے' آج کل برائے نام ہوتا جا رہا ہے۔ فحاشی کی اس دوڑ میں ہمارے مرد حضرات بھی کچھ خاص پیچھے نہیں' خصوصاً ہمارے نوجوان short pants (نکر) پہن کر جو کہ اکثر گھٹنوں سے اوپر ہی ہوتی ہیں' ستر کی قیود کو پامال کرتے ہر گلی اور بازار میں بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں اور بندیوں کو عقل اور ایمان دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم برائی کو برائی سمجھتے ہوئے اس کے خلاف زبان اور قلم سے جہاد کرنے کے ساتھ ساتھ جہاں بس چلے' اسے بزور روکنے کی کوشش بھی کریں۔

والسلام
ساجد علی' کراچی

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ علم قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:

- یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے —— تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔
- کورس کا دورانیہ اوائل ستمبر تا اواخر مئی' قریباً 9 ماہ بنتا ہے۔ جون' جولائی' اگست کے تین مہینے گرمی کی شدت کے پیش نظر نظام الاوقات سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔
- یہ کورس دو سمسٹروں پر مشتمل ہے۔ پہلا سمسٹر 2 ستمبر سے 23 جنوری تک ہوگا۔ جس میں عربی گرامر' عربی ریڈر' مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب' تجوید و حفظ اور ترجمۂ قرآن کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔ دوسرے سمسٹر میں 27 جنوری تا 31 مئی کے دوران عربی گرامر مع ترجمہ و تجوید قرآن' سیرت النبی اور تحریکی لٹریچر' مطالعۂ حدیث' فکر اقبال اور فکر جدید اور مطالعۂ فقہ کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔

سیشن 03-2002ء کے داخلے کا شیڈول ان شاء اللہ حسبِ ذیل ہوگا:

- داخلہ کے خواہشمند حضرات داخلہ فارم 26 اگست تک جمع کرا دیں۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 31 اگست 2002ء کو قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوں گے۔ (شرکاء کی سہولت کے پیش نظر داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہِ راست انٹرویو میں شریک کیا جا سکے گا)
- کورس کا آغاز ان شاء اللہ سوموار 2 ستمبر 2002ء سے ہو جائے گا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس زیر طبع ہے

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 03-5869601)

Email: mohammad-ali@tanzeem.org